ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

جلد 21 شمارہ 05 دسمبر 2023ء - جمادی الاولیٰ 1445ھ

جلد 21 شمارہ 05

دسمبر 2023ء - جمادی الاولیٰ 1445ھ

ماہنامہ التبلیغ راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد ناصر — مولانا طارق محمود — مولانا محمد ریحان

فی شمارہ .... 50 روپے

سالانہ .... 500 روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط و کتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
محمد شرجیل جاوید چوہدری
ایڈووکیٹ ہائی کورٹ
0323-5555686

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 400 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ "التبلیغ" حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہوجانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ وچڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان
فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5702840
www.idaraghufran.org
Email: idaraghufran@yahoo.com
www.facebook.com/Idara Ghufran

www.idaraghufran.org

ترتیب وتحریر

صفحہ

آئینۂ احوال...........خودرائی اور حق وباطل میں خلط ملط کا زمانہ......مفتی محمد رضوان	3
درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط45)....کافروں کی اطاعت اور کافروں پر رعب..... // //	10
درسِ حدیث .... برزخ وقبر کی حیات، اور جسم وروح کا تعلق (قسط26)... // //	21
علم کے مینار: .... فقہ مالکی، منہج، تلامذہ،	
کتب، مختصر تعارف (بارہواں حصہ)..مفتی غلام بلال	25
تذکرۂ اولیاء: .... عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ریاستی	
گورنروں کی تقرری (آخری قسط)..مولانا محمد ریحان	29
پیارے بچو!.......................میرا گاؤں، میرا وطن......................// //	31
بزمِ خواتین ...ملازمت اور تجارت میں خواتین کے اختیارات (دسواں حصہ)......مفتی طلحہ مدثر	33
آپ کے دینی مسائل کا حل .... تکفیر بازی ومغالطات	
سلفی کا جائزہ (قسط14)..ادارہ	36
کیا آپ جانتے ہیں؟ .... سات زمینوں کی	
مخصوص روایت اور متن پر کلام (دوسری وآخری قسط)........................مفتی محمد رضوان	49
عبرت کدہ ....حضرت موسیٰ اور قارون (پہلا حصہ)......مولانا طارق محمود	56
طب وصحت......میتھی اور اس کے بیجوں کے فوائد اور خواص......حکیم مفتی محمد ناصر	59
اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز........................// //	61

www.idaraghufran.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال

مفتی محمد رضوان

خودرائی اور حق وباطل میں خلط ملط کا زمانہ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَيْفَ بِكُمْ وَبِزَمَانٍ أَوْ يُوشِكُ أَنْ يَأْتِيَ زَمَانٌ يُغَرْبَلُ النَّاسُ فِيهِ غَرْبَلَةً، تَبْقَى حُثَالَةٌ مِنَ النَّاسِ، قَدْ مَرِجَتْ عُهُودُهُمْ، وَأَمَانَاتُهُمْ، وَاخْتَلَفُوا ، فَكَانُوا هٰكَذَا وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ، فَقَالُوا: وَكَيْفَ بِنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: تَأْخُذُونَ مَا تَعْرِفُونَ، وَتَذَرُونَ مَا تُنْكِرُونَ، وَتُقْبِلُونَ عَلٰى أَمْرِ خَاصَّتِكُمْ، وَتَذَرُونَ أَمْرَ عَامَّتِكُمْ (سنن ابی داود،رقم الحدیث ۴۳۴۲، کتاب الملاحم، باب الأمر والنهی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا، اس زمانہ میں کیا بنے گا، قریب ہے کہ ایسا زمانہ آئے کہ جس میں ایک ایک کر کے اچھے لوگ رخصت ہوجائیں گے، اور گھٹیا لوگ باقی رہ جائیں گے، جن کے عہد و معاہدے اور امانتیں ضائع ہوجائیں گی، پھر وہ آپس میں اس طرح اختلاف میں مبتلاء ہوجائیں گے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ بات بیان فرماتے وقت) اپنی اُنگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کرلیا۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم اس وقت کیا طرزِ عمل اختیار کریں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت تم معروف (یعنی نیک) کاموں کو اختیار کرو، اور مُنکر (یعنی بُرے) کاموں کو چھوڑ دو، اور اپنے خاص (معاملے اور خاص لوگوں) سے مطلب رکھو، اور عام لوگوں کے معاملات کو چھوڑ دو (ابوداؤد)

اور ابو امیہ شعبانی سے روایت ہے کہ:

سَأَلْتُ أَبَا ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيَّ، فَقُلْتُ: يَا أَبَا ثَعْلَبَةَ، كَيْفَ تَقُولُ فِي هٰذِهِ الْآيَةِ: "عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ"؟ قَالَ: أَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ سَأَلْتَ عَنْهَا خَبِيرًا، سَأَلْتُ عَنْهَا

[1] قال شعیب الارنؤوط: إسناده صحیح (حاشية سنن ابی داود)

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: بَلِ ائْتَمِرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ، وَتَنَاهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ، حَتّٰى إِذَا رَأَيْتَ شُحًّا مُطَاعًا، وَهَوًى مُتَّبَعًا، وَدُنْيَا مُؤْثَرَةً، وَإِعْجَابَ كُلِّ ذِيْ رَأْيٍ بِرَأْيِهِ، فَعَلَيْكَ – يَعْنِي – بِنَفْسِكَ، وَدَعْ عَنْكَ الْعَوَامَّ، فَإِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ أَيَّامَ الصَّبْرِ، اَلصَّبْرُ فِيْهِ مِثْلُ قَبْضٍ عَلَى الْجَمْرِ، لِلْعَامِلِ فِيْهِمْ مِثْلُ أَجْرِ خَمْسِيْنَ رَجُلًا يَعْمَلُوْنَ مِثْلَ عَمَلِهِ، وَزَادَنِيْ غَيْرُهُ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَجْرُ خَمْسِيْنَ مِنْهُمْ؟ قَالَ: أَجْرُ خَمْسِيْنَ مِنْكُمْ (سنن ابی داود، رقم الحدیث ۴۳۴۱، کتاب الملاحم) [1]

ترجمہ: میں نے ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا کہ اے ثعلبہ! تم سورہ مائدہ کی اس آیت (نمبر۱۰۵) کے بارے میں کیا فرماتے ہو "عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ" (کہ تم اپنے آپ کو لازم پکڑ لو) تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ یاد رکھو! اللہ کی قسم! تم نے اس کے متعلق بہت اچھا سوال کیا، اس کے متعلق میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا، اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو، یہاں تک کہ جب تم اطاعت کئے جانے والے بخل، اور اتباع کی جانے والی خواہش، اور دنیا کو ترجیح دیے جانے، اور ہر رائے والے کے اپنی رائے کے عجب میں مبتلاء ہونے کے حالات کو دیکھو، تو پھر آپ اپنے آپ کو خاص رکھو، اور اپنے آپ سے عوام کے معاملات کو چھوڑ دو، پھر بے شک آپ کے سامنے صبر کے ایام ہوں گے، جن میں صبر کرنا، آگ کی چنگاری کو تھامنے کی طرح ہوگا، جس میں عمل کرنے والے کو اس طرح کے پچاس آدمیوں کے برابر اجر حاصل ہوگا۔ اور دوسرے راوی نے یہ بھی بیان کیا کہ انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ان میں سے پچاس لوگوں کے برابر اجر حاصل ہوگا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے پچاس لوگوں کے برابر اجر حاصل ہوگا (ابوداؤد)

مطلب یہ ہے کہ فتنوں کے زمانے میں جب انسانی صفات سے متصف لوگ ایک ایک کر کے اُٹھ جائیں اور انسانیت سے عاری انسان نما حیوان باقی رہ جائیں، جن میں اچھے تھوڑے اور بُرے لوگ

[1] قال شعیب الارنؤوط: حسن (حاشیۃ سنن ابی داود)

زیادہ ہوں،اور خیانت وبدعہدی کا دور دورہ ہو،مال کی محبت اور ہر ایک اپنی رائے میں عُجب اور خود پسندی کا شکار ہو،کسی دوسرے کی رائے کو سننے اوراس پر غور کرنے کے لیے آمادہ نہ ہو،اور حق وباطل ایک دوسرے کے ساتھ گڈ مڈ ہوجائے،حق میں باطل اور باطل میں حق اس طرح داخل ہوجائے، جس طرح ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل ہوجاتی ہیں،تو اس وقت عام لوگوں کو حق بات کہنا مفید تو کجا،جُرم بن جائے گا،اس لئے ان حالات میں اپنی اوراپنے عیال وخواص کی اصلاح تک اپنے آپ کو محدود رکھا جائے،دوسروں کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے۔

آج ہم اسی دور سے گذر رہے ہیں،جس میں عہد وپیمان اور امانت ودیانت کا فقدان ہورہا ہے، حبِ مال،بخل کی پیروی،اوراپنی اپنی رائے کو سو فیصد درست سمجھ کر اس کی اتباع ہورہی ہے،اور حق وباطل کا ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح خلط ملط ہوتا جارہا ہے کہ ان دونوں میں تمیز کرنا مشکل ہوچکا ہے۔

عوام کالانعام نے اپنے اپنے بزرگواروں کو بت بنا کر ان کے ہر قول وفعل کی پوجا شروع کردی ہے،اور ان کی ہر حق وناحق بات کا دفاع کرنا ضروری سمجھ لیا ہے،جس کے سوشل میڈیا پر ان گنت نظارے ملتے ہیں،اس صورتِ حال کے نتیجہ میں بعض اہلِ حق جماعتوں،یا مسلکوں سے وابستہ متعدد افراد بھی ناحق چیزوں میں مبتلاء ہوچکے ہیں،جن کو اہلِ حق کی ترجمانی سمجھنا،یا ان کا دفاع کرنا درست نہیں۔

آج کہیں کوئی ایک مشہور،یا عجیب وغریب واقعہ رونما ہوجائے،تو اس پر مثبت اور منفی دونوں ہی طرح کے عجب پسندی پر مبنی ایسے ایسے تبصرے وتجزیے سننے کو ملتے ہیں کہ عامۃ الناس کو یہ سمجھنا ہی مشکل ہوجاتا ہے کہ ان میں حق بات کونسی ہے،اور ناحق کونسی ہے؟

اور نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ جن چیزوں کا تعلق آخرت اور غیبی معاملات سے ہے،ان میں بھی لوگوں نے بلا دلیل اپنے اپنے حتمی وقطعی فیصلے صادر کرنا شروع کردیے ہیں،دین وآخرت کے معاملہ میں اس قدر بے باکی کا مظاہرہ ہورہا ہے کہ شرعی دلائل اور اصول وقواعد کو ایک طرف رکھ کر ایسی چیزوں کو بنیاد بنایا جاتا ہے،جن پر شریعت نے کسی موقف کو قائم کرنے کا دارومدار نہیں رکھا،پھر اس قسم کے معاملات میں طرفہ تماشا اس وقت بن جاتا ہے،جب ہر کس وناکس کی طرف

www.idaraghufran.org

سے مختلف طرح کی، بلکہ متضاد باتوں کی بھی بھرمار، اوران پر بے جا بھراصرار ہوجائے، کیونکہ ایسی صورت میں حق وباطل میں تمیز کرنا بھی مشکل ہوجاتا ہے۔

چنانچہ گذشتہ کچھ عرصہ قبل ملک کے نامور مقرر ومبلغ مولانا طارق جمیل صاحب کے ایک بیٹے ''عاصم جمیل'' کی پُر اسرار طریقہ پر موت واقع ہوگئی، جس کے فوراً بعد میڈیا پر ایک بھونچال سا آ گیا، مختلف قسم کے تبصرے اور تجزیے شروع ہوگئے، اور کئی دن گذر جانے کے باوجود اس میں کمی واقع نہیں ہوئی، طرح طرح کے تبصروں اور تجزیوں کی وجہ سے بات کہیں کے کہیں نکل گئی، اور رسی کو سانپ، بلکہ اژدھا بنالیا گیا، مولانا موصوف اور ان کے عقیدت مند حضرات ہمہ تن فوت شدہ برخوردار کے، معذور نیک صالح اور جنتی ہونے کے دعوے دار، اور دن ورات ان کی شان میں رطب اللسان ہوکر بلا وجہ اس موضوع کو طول دے رہے ہیں، جس کے لئے ان کی طرف سے مختلف انواع خواب ومکاشفات کو حجت بنا کر پیش کیا جارہا ہے، جبکہ مخالفین، ان باتوں کی تردید، اور طرح طرح کی لغویات اور دل خراش باتوں میں مصروف ہیں۔

ہم اس قسم کے کسی ذاتی ونجی پیش آنے والے واقعہ وحادثہ پر تبصرہ کی ہرگز ضرورت نہیں سمجھتے تھے، بلکہ زیادہ بہتر ہوتا کہ فوت شدہ شخص کی آخرت کے معاملہ کو اللہ، اور اس فوت شدہ بندہ پر چھوڑ دیا جاتا، اور خواہ مخواہ کے تبصرے وتجزیے نہ کئے جاتے، لیکن افسوس کہ اس ایک واقعہ وحادثہ کو دینی حوالہ سے اس قدر طول دیا گیا، اور اس میں اس قدر تلخیں نکالی گئیں کہ اب ہم مجبور ہوگئے کہ اس حوالہ سے شریعت کے اصل تقاضہ کو ملحوظ رکھنے کی دعوت، اور لایعنی اور فضول کی باتوں اور ایسے امور سے اجتناب کی طرف متوجہ کریں، جن کو اختیار کرنے کے نتیجہ میں آخرت میں جواب دہی کی بھاری ذمہ داری ہم پر عائد نہ ہوجائے، جس کے جواب کی ہمارے پاس کوئی معقول دلیل نہ ہو، اور ہم بلا وجہ کے مؤاخذہ میں گرفتار نہ ہوجائیں، اور ناکردہ گناہ کی سزا میں نہ پھنس جائیں۔

اس لئے ضروری سمجھا گیا کہ موقع کی مناسبت سے شریعت کی چند اصولی باتوں کو واضح کردیا جائے۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات تو یہ ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ مولانا طارق جمیل صاحب، یا کسی بھی بزرگ، یا عالم کا ہر قول وفعل شرعی اعتبار سے حجت نہیں، اور ان کے کسی قول وفعل میں دوسرے

انسانوں کی طرح خطاء وتسامح کا امکان موجود ہے،اب سے پہلے بھی ان کے بعض افکار واقوال متنازع سامنے آچکے ہیں،جن کوقابلِ اتباع اور حجت نہیں سمجھنا چاہیے،اورشریعت کےاصل احکام کو مولانا موصوف کی شخصیت پر مقدم رکھنا چاہیے۔لیکن اسی کے ساتھ بلاوجہ مولانا موصوف کی شخصیت اوران کے متعلقہ واقعات کوموضوعِ بحث بنا کران پرتنقید کرنے،اوران کی ذات پر کیچڑ اچھالنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اسلام میں خودکشی کرنا بدترین گناہ ہے،خواہ کوئی بھی کرے،کسی بزرگ،یا بڑے بزرگ کی اولاد کرے،یا کوئی عام شخص کرے،انبیائے کرام کےعلاوہ کوئی شخص معصوم نہیں۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نَظَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى رَجُلٍ يُقَاتِلُ المُشْرِكِيْنَ، وَكَانَ مِنْ أَعْظَمِ المُسْلِمِيْنَ غَنَاءً عَنْهُمْ، فَقَالَ :مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَنْظُرَ إِلٰى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، فَلْيَنْظُرْ إِلٰى هٰذَا فَتَبِعَهُ رَجُلٌ، فَلَمْ يَزَلْ عَلٰى ذٰلِكَ حَتّٰى جُرِحَ، فَاسْتَعْجَلَ المَوْتَ، فَقَالَ بِذُبَابَةِ سَيْفِهِ فَوَضَعَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ، فَتَحَامَلَ عَلَيْهِ حَتّٰى خَرَجَ مِنْ بَيْنِ كَتِفَيْهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ العَبْدَ لَيَعْمَلُ، فِيمَا يَرَى النَّاسُ، عَمَلَ أَهْلِ الجَنَّةِ وَإِنَّهُ لَمِنْ أَهْلِ النَّارِ، وَيَعْمَلُ فِيمَا يَرَى النَّاسُ، عَمَلَ أَهْلِ النَّارِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الجَنَّةِ، وَإِنَّمَا الأَعْمَالُ بِخَوَاتِيمِهَا(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۶۴۹۳)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا، جومشرکین سے قتال کررہا تھا،اور مسلمانوں کی طرف سے بہت شدت کےساتھ جنگ کررہا تھا،تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جوکوئی جہنم والےآدمی کو دیکھنا چاہتا ہے،تو اس کو دیکھ لے،تو مسلمانوں میں سے ایک شخص اس آدمی کے پیچھے ہوگیا(تا کہ اس کے جہنمی ہونے کے عمل کو دیکھ سکے)وہ آدمی مشرکوں سے برابر جنگ کرتا رہا، یہاں تک کہ وہ زخمی ہوگیا، پھراس نے جلدی مرنا چاہا، تواس نے اپنی تلوار کی دھار کوسیدھا کرکے اپنے سینے کے درمیان رکھا، پھراس پراپنا وزن ڈال دیا، یہاں تک کہ وہ تلواراس کے مونڈھوں کے درمیان سے نکل گئی(اوراس کا کام تمام ہوگیا)پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک بندہ کوئی عمل کرتا رہتا ہے،لوگ

اس کو جنت والوں کا عمل سمجھتے ہیں، حالانکہ وہ جہنم والوں میں سے ہوتا ہے، اور بندہ کوئی عمل کرتا رہتا ہے، لوگ اس کو جہنم والوں کا عمل سمجھتے ہیں، حالانکہ وہ جنت والوں میں سے ہوتا ہے، اور بس اعمال کا دارومدار خاتموں پر ہے (بخاری)

موت کے وقت سے پہلے اس شخص کا عمل نیک تھا، خود جہاد کا عمل بھی بڑا مبارک عمل ہے، لیکن بالآخر اس شخص نے خودکشی کر کے اپنے اس عمل کے اجر وثواب کو ضائع کر دیا۔ تو پھر کسی خودکشی کے مرتکب کے زندگی کے اچھے اعمال کو بنیاد بنا کر اس کے جنتی ہونے کا فیصلہ کیسے درست ہوسکتا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ایسے ذہنی عارضہ کا شکار ہو کر کوئی گناہ کر بیٹھے، جو اس کے لئے عنداللہ مرفوع القلم ہونے کا باعث تھا، تو وہ اللہ کے یہاں معذور شمار ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثٍ: عَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ، وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَحْتَلِمَ، وَعَنِ الْمَجْنُوْنِ حَتّٰى يَعْقِلَ، وَقَدْ قَالَ حَمَّادٌ وَعَنِ الْمَعْتُوْهِ حَتّٰى يَعْقِلَ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۴۶۹۴) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمیوں سے قلم کو اٹھالیا گیا ہے، ایک سونے والا، جب تک بیدار نہ ہوجائے، دوسرے بچہ، جب تک بالغ نہ ہوجائے، تیسرے مجنون جب تک عقل درست نہ ہوجائے، اور حماد راوی نے کہا کہ تیسرے بے ہوش، جب تک وہ ہوش میں نہ آجائے (مسند احمد)

چوتھی بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایسے عمل کا مرتکب ہوجائے، جو گناہ کا باعث تھا، لیکن اس کے ہوش وحواس میں اس کام کو سرانجام دینے میں اشتباہ واقع ہوجائے، یا متضاد بیانات وخبریں ہوں، تو اس کے معاملہ کو اللہ کے سپرد کرتے ہوئے، اس ظاہری عمل کو برا اور گناہ سمجھنا چاہیے، جو گناہ والا ہے، اور کسی کی بزرگیت وعقیدت کی خاطر شرعی احکام کی اہمیت کو گرانا نہیں چاہیے، شریعت کی طرف سے ''خودکشی'' جس قدر برائی والا عمل ہے، اس کو کسی کی بزرگیت وعقیدت کی بھینٹ نہیں چڑھانا چاہیے کہ اس کی برائی اور قباحت دب کر رہ جائے، اور ظاہر میں ایسے فعل کے مرتکب کو قطعی جنتی

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده جيد (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ہونے کے فیصلے کا مستحق قرار دیا جائے۔

پانچویں بات یہ ہے کہ اللہ کے نبی کے علاوہ کسی کا خواب حجت نہیں کہ اس کی بنیاد پر کسی کے جنتی، یا جہنمی ہونے کا فیصلہ کیا جائے، نہ ہی کسی خواب کو شرعی احکام کے مقابلہ میں حجت بنا کر پیش کرنا درست ہوا کرتا۔

ان اصولی باتوں کے مطابق موقف اختیار کر کے مذکورہ بالا احادیث کے مطابق اپنے آپ کو مذکورہ اوران جیسے انفرادی واقعات کے تبصروں وتجزیوں سے حتی الامکان دور رکھنے کی کوشش کی جائے، اور دوسروں سے الجھنے، یا دوسروں کو اپنے کسی موقف کو منوانے اور اس مقصد کے لئے دوسرے کو دبانے کی کوشش کرنے کے بجائے اپنے آپ کو اپنے روزمرہ کے فرائضِ منصبی اور ان کاموں میں مشغول رکھا جائے، جن کے بارے میں آخرت میں بازپرس ہوگی۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

(زیرِ طبع، صفحات:900)

تکفیر بازی ومغالطاتِ سلفی کا تحقیقی جائزہ (حصہ اول)

قرآن وسنت، وجمہور سلف کی عبارات، وتصریحات، اور اصولِ تکفیر کی روشنی میں

’’تکفیر بازی‘‘ اور اس میں ’’تشدد وتعصب پرستی‘‘ سے متعلق عبدالجبار سلفی صاحب

کی طرف سے، ادارہ غفران کے ایک فتوے ومضمون پر مجلّہ حق چار یار میں شائع

کردہ معاندانہ ومتشددانہ اعتراضات ومغالطات، اور الزامات واتہامات کا جائزہ

مذکورہ غیر شعوری منصفانہ تجزیہ کی علمی حقیقت وحیثیت

اور جملہ اهلُ السنة والجماعة سے الگ تھلگ موقف

اور اهلُ الفرقة کے مشابہ ومترادف منہج پر علمی وتحقیقی کلام

(علمی وتحقیقی رسائل کی جلد18، پر ماہنامہ ’’حق چار یار‘‘ میں شائع شدہ10اقساط کا تحقیقی وتفصیلی جواب)

مؤلف: مفتی محمد رضوان

مطبوعہ: ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط 45، آیت نمبر 149 تا 151) مفتی محمد رضوان

کافروں کی اطاعت اور کافروں پر رعب

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ (149) بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ (150) سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ (151) (سورة آلِ عمران)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے، اگر اطاعت کرو گے تم ان لوگوں کی جنہوں نے کفر کیا، تو لوٹا دیں گے وہ تم کو تمہاری ایڑیوں پر، پھر لوٹ جاؤ گے تم خسارہ پانے والے ہو کر (149) بلکہ اللہ ہی مولیٰ ہے، تمہارا، اور وہی سب سے بہتر نصرت کرنے والا ہے (150) عنقریب ڈال دیں گے ہم ان لوگوں کے دلوں میں جنہوں نے کفر کیا "رعب" کو ان کے اللہ کے ساتھ شرک کرنے کی وجہ سے، اس چیز کا کہ نہیں نازل کی اس (اللہ) نے اس کی کوئی دلیل، اور ان کا ٹھکانا "آگ" ہے، اور بہت برا ٹھکانا ہے، ظالموں کا (151) (سورہ آلِ عمران)

تفسیر وتشریح

سورہ آلِ عمران کی مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو کافروں کی اطاعت کرنے پر بھیانک نتائج سے آگاہ فرمایا، پھر ساتھ ہی اس سے بھی مطلع فرمادیا کہ تمہیں کافروں کے سہارے کی کیا ضرورت ہے، تم اللہ کو اپنا مولیٰ وکارساز سمجھو، جو کہ سب سے بہتر نصرت کرنے والا ہے، پھر اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم کافروں کے دلوں میں ان کے شرک کرنے کی وجہ سے رعب ڈال دیں گے، اور ان کے شرک کا اُخروی وبال اس سے بھی زیادہ سنگین ہوگا۔

چنانچہ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

”یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِیْعُوا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یَرُدُّوْکُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ“

”اے وہ لوگو جو ایمان لائے، اگر اطاعت کروگے تم ان لوگوں کی جنہوں نے کفر کیا، تو لوٹا دیں گے وہ تم کو تمہاری ایڑیوں پر، پھر لوٹ جاؤ گے تم خسارہ پانے والے ہوکر“

مطلب یہ ہے کہ جس طرح وہ کافر ہیں، تمہیں اپنی اطاعت کے نتیجہ میں وہ تمہیں ایمان لانے سے پہلے کفر کی حالت پر لوٹا دیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مومنوں کو کافروں کی اطاعت کرنے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ مومنوں کو بھی اپنی طرح کافر بنا کر چھوڑتے ہیں، اور اس طرح وہ بھی کافروں کی طرح خسارہ پانے والوں میں ہوجاتے ہیں، کیونکہ کافر کے لئے جہنم کا دائمی عذاب ہے، اس سے بڑھ کر خسارہ اور کیا ہوگا، جس میں ہاتھ سے ایمان کی جمع پونجی بھی چلی جائے اور سخت ترین خسارہ بھی ہو، جس کی آخرت میں تلافی کی کوئی بھی صورت ممکن نہیں۔

سورہ آلِ عمران میں اس سے پہلے بھی اہلِ کتاب کی اطاعت کے نتیجہ میں اسی نتیجہ کا ذکر درجِ ذیل الفاظ میں گذر چکا ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِیْعُوْا فَرِیْقًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ یَرُدُّوْکُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ کٰفِرِیْنَ(سورہ آلِ عمران، رقم الآیۃ ۱۰۰)

ترجمہ: اے وہ لوگو! جو ایمان لائے! اگر اطاعت کرو تم، ایک فریق کی، ان لوگوں میں سے، جن کو دی گئی کتاب، تو وہ لوٹا دیں گے تم کو، تمہارے ایمان کے بعد، کافر بنا کر (سورہ آلِ عمران)

پھر اس کے بعد سورہ آلِ عمران کی اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”بَلِ اللّٰہُ مَوْلٰکُمْ وَھُوَ خَیْرُ النّٰصِرِیْنَ“

”بلکہ اللہ ہی مولیٰ ہے، تمہارا، اور وہی سب سے بہتر نصرت کرنے والا ہے“

مطلب یہ ہے کہ کافروں سے نصرت اور مدد کا طلب گار ہونے کی غرض سے ان کی اطاعت نہیں

کرنی چاہیے، جس کے بدترین نتیجہ اور وبال کا ذکر پہلے گذر چکا ہے، اور اس کے بجائے مومنوں کو اپنے تمام کاموں میں اللہ ہی کو اپنا مولیٰ اور حقیقی کارساز سمجھنا چاہیے، کیونکہ درحقیقت مومنوں کا مولیٰ اور کارساز وہی ہے، اور وہی سب سے بہتر نصرت ومدد کرنے والا ہے، اللہ کے مقابلہ میں کافروں کی مدد ونصرت کسی کام کی نہیں۔

پھر اس کے بعد سورہ آلِ عمران کی اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَمَاْوٰهُمُ النَّارُ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِیْنَ“

”عنقریب ڈال دیں گے ہم ان لوگوں کے دلوں میں جنہوں نے کفر کیا ”رعب“ کو ان کے اللہ کے ساتھ شرک کرنے کی وجہ سے، اس چیز کا کہ نہیں نازل کی اس (اللہ) نے اس کی کوئی دلیل، اور ان کا ٹھکانا ”آگ“ ہے، اور بہت برا ٹھکانا ہے، ظالموں کا“

مذکورہ آیت کا مطلب اس سے پہلی آیات کے ساتھ ملا کر یہ ہے کہ اگر مومن کافروں کے بجائے اللہ کو ہی اپنا مولیٰ سمجھ کر اس سے نصرت ومدد کے طالب ہوں گے، تو پھر اس کے نتیجہ میں اللہ کافروں کے دلوں میں ان کے شرک کرنے کی وجہ سے ”رعب“ ڈال دے گا، اور شرک وہ چیز ہے، جس کی اللہ کی طرف سے کبھی اور کسی بھی قوم پر کوئی دلیل نازل نہیں کی گئی کہ جس کو کوئی مشرک قوم حجت سمجھے، ایسا سمجھنا سراسر جھوٹ ہے۔

ظاہر ہے کہ شرک، نقل اور عقل دونوں ہی کے خلاف ہے۔

کافروں کے لئے دنیا کا عذاب تو یہ ہوگا کہ وہ مرعوب اور وحشت زدہ حالت میں، مسلمانوں سے مغلوب ہو کر زندگی گذاریں گے، اور آخرت کا عذاب یہ ہے کہ ان کا ٹھکانا ”جہنم“ ہے، جو ایسے کافر ظالموں کا بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

اللہ کے ساتھ شرک کرنا بدترین ظلم ہے، اس لئے ان کو ظالم کہا گیا۔

قرآن مجید کی دوسری آیات میں بھی، اللہ کی طرف سے کافروں کے دلوں میں رعب ڈالنے کا ذکر ہے۔

چنانچہ سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَاُلْقِیْ فِیْ

قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ (سورۃ الانفال،رقم الآیۃ ۱۲)

ترجمہ: جب وحی کر رہا تھا آپ کا رب فرشتوں کی طرف کہ بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں، پس ثابت قدم رکھو تم ان لوگوں کو جو ایمان لائے، عنقریب ڈال دوں گا میں ان کے دلوں میں جنہوں نے کفر کیا ''رعب'' کو پس ضرب لگاؤ تم (ان کی) گردنوں پر، اور ضرب لگاؤ ان کے ہر ہر پور (اور جوڑ) پر (سورہ انفال)

اور سورہ احزاب میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا (سورۃالأحزاب،رقم الآیۃ ۲۶)

ترجمہ: اور اتار دیا اس (اللہ) نے ان لوگوں کو جنہوں نے مدد کی تھی ان (مشرکوں) کی اہلِ کتاب میں سے ان کے قلعوں سے اور ڈال دیا، اس (اللہ) نے ان کے دلوں میں ''رعب'' کو، ایک گروہ کو تم قتل کرتے تھے اور قید کرتے تھے تم ایک گروہ کو (سورہ احزاب)

اور سورہ حشر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِى الْمُؤْمِنِيْنَ فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِى الْاَبْصَارِ (سورۃ الحشر،رقم الآیۃ ۲)

ترجمہ: اور ڈال دیا اس (اللہ) نے ان کے دلوں میں ''رعب'' کو، اجاڑ رہے تھے وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں اور مؤمنوں کے ہاتھوں سے، پس عبرت حاصل کرو، اے آنکھوں والو! (سورہ حشر)

مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات اللہ کی طرف سے مومنوں کی مدد ونصرت اس طرح بھی کی جاتی ہے کہ کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیا جاتا ہے۔

کافروں کی اطاعت ترک کرکے، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے نتیجہ میں مومنوں کے درمیان اتفاق واتحاد قائم ہوتا ہے، اور کافروں کے دلوں میں رعب ڈالا جاتا ہے، جبکہ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی اور کافروں کی اطاعت کے نتیجہ میں، مومنوں کا رعب کافروں کے دلوں سے نکل جاتا ہے، جیسا کہ سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

www.idaraghufran.org

وَأَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ (سورة الانفال، رقم الآية ٤٦)

ترجمہ: اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اور آپس میں تنازعہ نہ کرو، ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، اور صبر کرو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (سورہ انفال)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعٰى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلٰى قَصْعَتِهَا، فَقَالَ قَائِلٌ وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ قَالَ بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيْرٌ وَلٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ وَلَيَنْزِعَنَّ اللّٰهُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَيَقْذِفَنَّ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمُ الْوَهَنَ. فَقَالَ قَائِلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْوَهَنُ قَالَ حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ (ابوداؤد، رقم الحديث ٤٢٩٧،باب في تداعي الامم على الاسلام) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ وقت قریب آتا ہے، جب سب کافر قومیں تمہارے مٹانے کے لیے (مل کر سازشیں کریں گی اور) ایک دوسرے کو اس طرح بلائیں گی، جیسے دسترخوان پر کھانا کھانے والے، کھانے کی طرف ایک دوسرے کو بُلاتے ہیں، کسی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا ہماری تعداد میں کمی کی وجہ سے ہمارا یہ حال ہوگا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، بلکہ تم اس وقت تعداد میں بہت ہوگے، البتہ تم سیلاب کے جھاگ کی طرح ناکارہ ہوگے، یقیناً اللہ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب اور دبدبہ نکال دے گا، اور تمہارے دِلوں میں ''وھن'' ڈال دے گا، کسی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ''وھن'' سے کیا مُراد ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا کہ دنیا کی محبت اور موت سے کراہیت (ابوداؤد)

آج مسلمانوں کو اپنی بداعمالیوں، اور بالخصوص حبِ مال اور موت سے کراہیت ونفرت کی وجہ سے

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث حسن (حاشية سنن ابي داود)

www.idaraghufran.org

مذکورہ حدیث میں ذکر شدہ حالات کا سامنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے خاتم النبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جن امتیازات وخصوصیات سے نوازا تھا،ان میں دشمنوں پر دور سے رعب کا ہونا بھی تھا،ظاہر ہے کہ اس نبی کی امت کے لوگ جب اپنے نبی کے متبع ہوں گے،تو ان کو بھی اللہ کی طرف سے اپنے نبی کی اس صفت کا کچھ حصہ عطاء کیا جائے گا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي:نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا، فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ فَلْيُصَلِّ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْمَغَانِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي، وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ، وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلٰى قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً (صحيح البخارى، رقم الحديث ۳۳۵، كتاب التيمم)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں، جو مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں کی گئیں، ایک تو میری ایک مہینہ کی مسافت کے فاصلہ سے رعب (ودبدبہ) کے ساتھ مدد کی گئی ہے،اور دوسرے میرے لئے زمین کو مسجد (یعنی نماز پڑھنے کی جگہ) اور پاکی (یعنی تیمّم) کا ذریعہ بنادیا گیا ہے،پس میری امت کے جس شخص کو بھی نماز پالے(یعنی جہاں بھی نماز کا وقت آجائے) اسے چاہیے کہ وہ نماز پڑھ لے،اور تیسرے میرے (اور میری امت کے) لئے غنیمت کے مالوں کو حلال کردیا گیا ہے، جوکہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں کیا گیا تھا،اور چوتھے مجھے شفاعت کا اعزاز عطا کیا گیا،اور پانچویں نبی کو خاص اس کی قوم کی طرف مبعوث کیا (اور بھیجا) جاتا تھا،اور مجھے تمام لوگوں کے لئے مبعوث کیا گیا (اور بھیجا گیا) ہے (بخاری)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ طَهُورًا وَمَسْجِدًا وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً، وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ

(صحیح مسلم، رقم الحدیث ۵۲۳ "۵" کتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب جعلت لی الأرض مسجدا وطهورا)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے دوسرے نبیوں پر چھ چیزوں میں فضیلت عطاء کی گئی ہے، ایک تو مجھے جامع کلمات عطاء کیے گئے، دوسرے رعب کے ذریعہ سے میری مدد کی گئی، تیسرے میرے لیے غنیمت کے مالوں کو حلال کر دیا گیا، چوتھے میرے لیے زمین کو پاکی کا ذریعہ اور نماز کی جگہ بنا دیا گیا، پانچویں مجھے تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا، چھٹے میرے ذریعہ سے نبیوں (کی آمد) کا خاتمہ کر دیا گیا ہے (مسلم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُعْطِيتُ مَا لَمْ يُعْطَ أَحَدٌ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ "فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَا هُوَ قَالَ؟ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، وَأُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ الْأَرْضِ، وَسُمِّيتُ أَحْمَدَ، وَجُعِلَ التُّرَابُ لِيْ طَهُوْرًا، وَجُعِلَتْ أُمَّتِي خَيْرَ الْأُمَمِ (مسند احمد، رقم الحديث ۷۶۳) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے وہ چیزیں عطاء کی گئی ہیں، جو انبیاء میں سے کسی عطاء نہیں کی گئیں، پس ہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول وہ کیا ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری رعب کے ذریعہ نصرت کی گئی، اور مجھے زمین کی کنجیاں عطاء کی گئیں، اور میرا نام احمد رکھا گیا، اور میرے لئے مٹی کو پاکی کا ذریعہ بنا دیا گیا، اور میری امت کو سب سے بہتر امت بنایا گیا (مسند احمد)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ نَبِيٌّ قَبْلِيْ، وَلَا أَقُوْلُهُنَّ فَخْرًا، بُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً، الْأَحْمَرِ وَالْأَسْوَدِ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ، وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِيْ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا، وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ،

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن من أجل عبد الله بن محمد بن عقيل، وباقي رجاله ثقات رجال الشيخين (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

فَأَخَّرْتُهَا لِأُمَّتِي، فَهِيَ لِمَنْ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۲۵۲)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ چیزیں ایسی عطاء کی گئی ہیں، جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطاء نہیں کی گئیں، اور میں یہ بات فخر (وغرور) کے طور پر نہیں کہتا، ایک تو مجھے سب لوگوں کی طرف خواہ گورے ہوں یا کالے (نبی بنا کر) مبعوث کیا گیا ہے، دوسرے میری ایک مہینہ کی مسافت پر (دشمنوں کے اوپر) رعب سے مدد کی گئی ہے، تیسرے میرے (اور میری امت کے) لئے (جہاد کے ذریعہ حاصل ہونے والے) مالِ غنیمت کو حلال کر دیا گیا ہے، اور میرے سے پہلے لوگوں کے لئے حلال نہیں تھا، چوتھے میرے لئے زمین کو سجدہ گاہ (یعنی نماز پڑھنے کی جگہ) اور پاکی (یعنی تیمّم) کا ذریعہ بنا دیا گیا ہے، پانچویں مجھے شفاعت کا حق عطاء کیا گیا ہے، جو میں نے اپنی امت کے لئے آخرت میں رکھ لیا، پس یہ شفاعت اس کے لئے ہے، جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرے گا (مسند احمد)

اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ غَزْوَةِ تَبُوكَ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يُصَلِّي، فَاجْتَمَعَ وَرَائَهُ رِجَالٌ مِنْ أَصْحَابِهِ يَحْرُسُونَهُ، حَتّٰى إِذَا صَلّٰى وَانْصَرَفَ إِلَيْهِمْ، فَقَالَ لَهُمْ: لَقَدْ أُعْطِيتُ اللَّيْلَةَ خَمْسًا، مَا أُعْطِيَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي: أَمَّا أَنَا فَأُرْسِلْتُ إِلَى النَّاسِ كُلِّهِمْ عَامَّةً، وَكَانَ مَنْ قَبْلِي إِنَّمَا يُرْسَلُ إِلٰى قَوْمِهِ، وَنُصِرْتُ عَلَى الْعَدُوِّ بِالرُّعْبِ، وَلَوْ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ مَسِيرَةُ شَهْرٍ لَمُلِءَ مِنْهُ رُعْبًا، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ آكُلُهَا، وَكَانَ مَنْ قَبْلِي يُعَظِّمُونَ أَكْلَهَا، كَانُوا يُحْرِقُونَهَا، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسَاجِدَ وَطَهُورًا، أَيْنَمَا أَدْرَكَتْنِي الصَّلَاةُ تَمَسَّحْتُ وَصَلَّيْتُ، وَكَانَ مَنْ قَبْلِي يُعَظِّمُونَ ذٰلِكَ، إِنَّمَا كَانُوا يُصَلُّونَ فِي كَنَائِسِهِمْ وَبِيَعِهِمْ، وَالْخَامِسَةُ هِيَ مَا هِيَ، قِيلَ لِي: سَلْ فَإِنَّ كُلَّ نَبِيٍّ قَدْ سَأَلَ، فَأَخَّرْتُ مَسْأَلَتِي إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَهِيَ لَكُمْ

[1] قال شعيب الارنؤوط: حسن، وهذا إسناد ضعيف لضعف يزيد -وهو ابن أبي زياد الهاشمي مولاهم- لكنه متابع، وباقي رجاله ثقات رجال الصحيح (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

وَلِمَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ (مسند احمد، رقم الحديث ٧٠٦٨) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، غزوۂ تبوک والے سال رات کو نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے، تو آپ کے صحابۂ کرام میں سے بعض حضرات آپ کا پہرہ دینے لگے، یہاں تک کہ جب نماز پڑھ چکے، اوران کی طرف لوٹ کر آئے، توان سے فرمایا کہ مجھے آج رات پانچ چیزیں ایسی عطاء کی گئی ہیں، جو مجھ سے پہلے کسی کو عطاء نہیں کی گئیں، ایک تو یہ کہ مجھے تمام انسانوں کی طرف عمومی انداز میں رسول بنا کر بھیجا گیا، اور مجھ سے پہلے صرف اپنی قوم کی طرف ہی رسول کو بھیجا جاتا تھا، دوسرے یہ کہ مجھے دشمن پر رعب کی نعمت عطاء کی گئی، اگر میرے اور دشمنوں کے درمیان ایک مہینہ کا فاصلہ بھی ہو، تو بھی دشمن میرے رعب سے پُر ہوجائے گا، تیسرے میرے لیے مالِ غنیمت کے کھانے (اور استعمال کرنے) کو حلال کردیا گیا، اور میرے سے پہلے مالِ غنیمت کا کھانا (اور استعمال کرنا) حلال نہیں تھا، وہ اس کو جلا دیا کرتے تھے، چوتھے میرے لیے زمین کو نماز گاہ اور پاکی کا ذریعہ بنادیا گیا، جہاں بھی مجھے نماز کا وقت آئے، تو میں (اگر پانی میسر نہ ہو، تو) تیمّم کرکے نماز پڑھ لوں، اور میرے سے پہلے لوگوں کے لیے یہ چیز جائز نہیں تھی، وہ صرف اپنے کنیسوں اور گرجوں (یعنی عبادت خانوں) میں نماز پڑھا کرتے تھے، پانچویں وہ تو جو ہے سو ہے (اس نعمت کے کیا کہنے) مجھ سے (رب تعالیٰ کی طرف سے) فرمایا گیا کہ آپ دعاء کیجیے، ہر نبی نے اللہ سے (مخصوص) دعاء کی (جو یقینی طور پر قبول کی گئی) پس میں نے اپنی (مخصوص) دعاء کو قیامت کے دن تک مؤخر کردیا (جو کہ شفاعت کی شکل میں ہے) پس وہ تمہیں حاصل ہوگی، اور ہر اس شخص کو جس نے ''لا الٰہ الا اللہ'' کی گواہی دی (مسند احمد)

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم: أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِيْ: بُعِثْتُ إِلَى الْأَحْمَرِ وَالْأَسْوَدِ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمَ، وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِيْ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، فَيُرْعَبُ الْعَدُوُّ مِنْ مَسِيْرَةِ شَهْرٍ، وَجُعِلَتْ لِيَ

[1] قال شعيب الارنؤوط: صحيح، وهذا إسناد حسن (حاشية مسند احمد)

الْأَرْضُ طَهُوْرًا وَمَسْجِدًا، وَقِيْلَ لِيْ: سَلْ تُعْطَهْ، وَاخْتَبَأْتُ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِأُمَّتِيْ فِي الْقِيَامَةِ، وَهِيَ نَائِلَةٌ -إِنْ شَاءَ اللّٰهُ- لِمَنْ لَمْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا

(صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٦٤٦٢، كتاب التاريخ، باب الحوض والشفاعة)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ ایسی چیزیں عطاء کی گئی ہیں، جو مجھ سے پہلے کسی کو عطاء نہیں کی گئیں، ایک تو مجھے کالے گورے سب (طرح کے) لوگوں کی طرف (نبی ہونے کی حیثیت سے) مبعوث کیا گیا، دوسرے میرے (اور میری امت کے) لئے غنیمت کے مالوں کو حلال کردیا گیا، جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں کیا گیا تھا، تیسرے میری ایک مہینہ کی مسافت کے فاصلہ سے رعب (ودبدبہ) کے ساتھ مدد کی گئی، چوتھے میرے لئے زمین کو مسجد (یعنی نماز پڑھنے کی جگہ) اور پاکی (یعنی تیمّم) کا ذریعہ بنادیا گیا، پانچویں مجھے کہا گیا کہ سوال کرو، تمہیں عطاء کیا جائے گا، میں نے اپنی دعاء کو قیامت کے دن اپنے امت کی شفاعت کے لیے مؤخر کردیا، اوروہ ان شاء اللہ ہر اس شخص کو حاصل ہوگی، جو اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرتا ہوگا (ابنِ حبان)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی اسی طرح کی حدیث مروی ہے۔[2]

اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی اسی طرح کی حدیث مروی ہے۔[3]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح(حاشية صحيح ابنِ حبان)

[2] حدثنا حسين بن محمد، حدثنا إسرائيل، عن أبي إسحاق، عن أبي بردة، عن أبي موسى قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " أعطيت خمسا: بعثت إلى الأحمر، والأسود، وجعلت لي الأرض طهورا ومسجدا، وأحلت لي الغنائم ولم تحل لمن كان قبلي، ونصرت بالرعب شهرا، وأعطيت الشفاعة وليس من نبي إلا وقد سأل شفاعة، وإني اختبأت شفاعتي، ثم جعلتها لمن مات من أمتي لم يشرك بالله شيئا (مسند احمد،رقم الحديث ١٩٧٣٥)

قال شعيب الارنؤوط:صحيح لغيره(حاشية مسند احمد)

[3] حدثنا محمد بن أبي عدي، عن سليمان يعني التيمي، عن سيار، عن أبي أمامة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: " فضلني ربي على الأنبياء، أو قال على الأمم، بأربع قال: أرسلت إلى الناس كافة، وجعلت الأرض كلها لي ولأمتي مسجدا وطهورا فأينما أدركت رجلا من أمتي الصلاة فعنده مسجده وعنده طهوره،ونصرت بالرعب مسيرة شهر يقذفه في قلوب أعدائي وأحل لنا الغنائم "(مسند احمد،رقم الحديث ٢٢١٣٧)

قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن(حاشية مسند احمد)

آج ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کا کافروں پر کوئی رعب نہیں رہا، بلکہ الٹا مسلمان ہی کافروں سے ڈرتے ہیں، جگہ جگہ مسلمانوں پر کافر ایک دوسرے کو دعوت دے کر چڑھائی کرتے ہیں، اور بجائے اس کے کہ مسلمان اپنی کمی اور کوتاہیوں کی اصلاح کریں، کافروں کو ہی برا بھلا کہنے، اور ان کے ظلم وستم کو روتے ہیں، اس مقصد کے لیے طرح طرح کے احتجاج کرتے ہیں، اور اللہ کی طرف رجوع کرنے کے بجائے کافروں سے مدد کی بھیک مانگتے ہوئے نظر آتے ہیں، اوپر سے بہت سے علماء بھی مسلمانوں کو اپنی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کرنے کے لئے آمادہ نہیں، بلکہ حبِ دنیا کی خاطر بگڑے ہوئے مسلمانوں کو خوش، بلکہ ان کی چاپلوسی کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

اللہ اور اس کے رسول کو یہ طریقہ پسند نہیں، جس میں مسلمانوں کو خوابِ غفلت اور اندھیرے میں رکھا جائے، اور قرآن وسنت میں بیان کردہ ان کی کوتاہیوں اور بداعمالیوں سے ان کو آگاہ نہ کیا جائے۔

اللہ حفاظت فرمائے۔آمین۔

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

برزخ وقبر کی حیات، اور جسم وروح کا تعلق (قسط 26)

علامہ انور شاہ کشمیری کا چوتھا، اور بعض دیگر اہلِ علم کا حوالہ

علامہ انور شاہ کشمیری ''صحیحُ البخاری'' کی شرح ''فیضُ الباری'' میں ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

والوجه عندى :أن الأحوال فى القبور مختلفة حسب اختلافهم فى الدنيا، فكما أن عمل واحد لا يوازى عمل آخر فى الحياة، فليس عليه اختلاف الأحوال بعد الوفاة، نعم من ترك الأعمال فى الدنيا يتركها فى القبور أيضا، فإنه قد تركها إذا كان أحق بها فلا حق له بعد ما لحق بالأموات وصار ترابا، وأما من أحيا ليله وصام نهاره فله أن يقر عينه بعبادة ربه فى القبور أيضا، وذلك فضل الله يؤتيه من يشاء ، فواحد ينام كنومة العروس. حتى إذا نفخ فى الصور يمسح عن عينيه ويقول :من بعثنا من مرقدنا هذا، والآخر تعرض عليه النار غدوا وعشيا والعياذ بالله .ومن ههنا انحلت عقدة التعارض بين الآيتين....ثم اعلم أن هناك عالمان :الأول :ما هو مشهود بأعيننا، ومحسوس ببصرنا، ويسمى بعالم الشهادة .والثانى: غائب عن حواسنا وقد علمناه بأخبار الشرع، ويسمى بعالم الغيب .والشريعة قد تعتبر الحس أيضا واقعا ونوعا من نفس الأمر، فما عندنا وما نحس به ونشاهده لا يخلو عن كونه نحوا من الواقع ونفس الأمر أيضا، وحينئذ يمكن أن يعتبر الشارع أحكاما فى الحس كأنها فى الواقع وإن كان فى عالم الغيب بخلافها، ولا بدع فيه فإنه إذا بنى أحكاما على الحس باعتباره فهذا صحيح، كما أنه إذا بنى أحكاما على الغيب باعتباره فهذا أيضا صحيح، نعم إجراء أحكام الغيب على الحس، والحس على الغيب قد يوهم التردد. إذا علمت هذا فاعلم أن القبور فى الحس معطلة قطعا، وحينئذ إجراء الكلام عليها كأنها خالية عن الأفعال إجراء على ما فى الواقع ونفس الأمر، وإن كانت فى نظر عالم الغيب غير معطلة، ومشغولة أصحابها فيما فوض إليهم من ربهم، وهذا كالعذاب يسمعه غير الثقلين فهى معطلة عنها فى الحس ومملوءة بها فى عالم الغيب، وحينئذ تعطلها فى الحس لا ينافى عدمها فى عالم الغيب.......ثم فى الحديث :النوم أخو الموت، ومعلوم أن النائم يرى أمورا، وتمضى عليه حالات تنفى عنها ببعض الاعتبارات وإن كانت ثابتة ببعضها فكذلك ههنا.

ومزيد الباب قوله تعالى :(إنك لا تسمع الموتى) وله جواب آخر وهو أن المنفى فى الآية هو الإسماع دون السماع، وتقريره أن الآية تنفى السماع الذى يترتب على الأسباب، فإن له أسبابا فى الدنيا، فإذا وجدت تلك الأسباب لزم ترتب السماع عليها وليس هكذا فى

عالم البرزخ، لأن ذلک عالم آخر، ولا تستوی فیہ تلک الأسباب، فالسماع فیہ إنما یحصل متی شاء الرب جل وعلا ولمن شاء ، ولا یکفی لإسماعھم الأسباب التی عندنا فلیس فی الآیۃ نفیا لہ مطلقا، إنما فیھا نفیہ بالطریق الذی عندنا وقد قال تعالیٰ :(إن اللہ یسمع من یشاء وما أنت بمسمع من فی القبور) (فیض الباری علی صحیح البخاری، ج۲،ص ۶۴،کتاب الصلاۃ،باب کراھیۃ الصلاۃ فی المقابر)

ترجمہ: اور میرے نزدیک یہ بات راجح ہے کہ قبروں کے احوال، لوگوں کے دنیا میں اختلاف کی وجہ سے مختلف ہوا کرتے ہیں، پس جس طرح دنیا میں ایک شخص کا عمل دوسرے کے برابر نہیں ہوا کرتا، تو فوت ہونے کے بعد احوال کا اختلاف بھی کوئی قابلِ اعتراض چیز نہیں، البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ جو شخص دنیا میں نیک اعمال کو ترک کردیتا ہے، تو اس کو قبر اور برزخ میں بھی اسی طرح ترک کردیا جاتا ہے، کیونکہ اس نے ایسے اعمال کو ترک کردیا، جن کا بہت بڑا حق تھا، لہٰذا اس کو مُردوں کے ساتھ لاحق اور مٹی ہوجانے کے بعد کوئی حق حاصل نہیں، لیکن جس شخص نے اپنی رات کو عبادت میں زندہ رکھا، اور دن کو روزہ رکھا، تو اس کے لیے یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ قبروں میں بھی اپنے رب کی عبادت سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرے، اور یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جس کو چاہتا ہے، عطاء فرماتا ہے، پس کوئی شخص تو دلہن کی طرح کی نیند سوتا ہے، یہاں تک کہ جب صور پھونکا جائے گا، تو وہ اپنی آنکھوں کو ملے گا، اور یہ کہے گا کہ ہماری اس آرام گاہ سے ہمیں کس نے اٹھادیا، اور دوسرا شخص وہ ہے، جس پر صبح وشام آگ کو پیش کیا جاتا ہے، اللہ حفاظت فرمائے۔ یہاں سے دونوں قسم کی آیات (بلکہ دونوں قسم کی احادیث) میں تعارض وٹکراؤ کی گرہیں کھل جاتی ہیں (جن میں سے بعض میں قیامت کے دن آرام گاہ سے اٹھنے کا، اور بعض میں مختلف طرح کے عذاب کا ذکر ہے)۔............

پھر یہ بات جان لینی چاہیے کہ عالَم دوطرح کے ہیں: ایک وہ جو ہماری آنکھوں کے سامنے موجود ہے، اور اپنی آنکھوں سے محسوس ہوتا ہے، جس کو''عالمِ شہادت'' کہا جاتا ہے۔ اور دوسرا وہ عالم ہے، جو ہمارے حواس سے غائب ہے، اور اس کو ہم شریعت کی طرف سے خبر دینے کی وجہ سے جانتے ہیں، جس کو''عالمِ غیب'' کہا جاتا ہے۔

اور شریعت اُس حِس کا بھی اعتبار کرتی ہے، جو واقع کے مطابق اور ایک طرح سے نفس

الامر کے مطابق ہو، پس جو چیزیں ہمارے سامنے ہیں، اور جن کو ہم محسوس کرتے ہیں، اور جن کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں، تو وہ واقع اور نفس الامر کے مطابق جیسا ہونے سے خالی نہیں، اور ایسی صورت میں ممکن ہے کہ شارع علیہ السلام حِس میں اس طرح سے احکام کا اعتبار کریں، گویا کہ وہ واقع کے مطابق ہوں، اگرچہ عالم الغیب میں معاملہ اس کے برخلاف ہو، اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں، کیونکہ جب احکام کو حِس کے اعتبار سے مبنی کردیا گیا، تو یہ صحیح ہے، جیسا کہ جب شارع علیہ السلام احکام کو غیب کے اعتبار سے مبنی کردیں، تو وہ بھی صحیح ہے، البتہ غیب کے احکام کو حِس کے مطابق جاری کرنا، اور حِس کے احکام کو غیب پر جاری کرنا، تردد کا باعث ہوتا ہے۔ جب آپ اس بات کو جان چکے، تو یہ بات جان لینی چاہیے کہ قبریں ''حِس'' کے اعتبار سے یقینی طور پر معطل ہوتی ہیں، اور ایسی صورت میں کلام کو اُن قبروں پر جاری کرنا، گویا کہ وہ افعال سے خالی ہیں، یہ در حقیقت واقع اور نفس الامر کے مطابق، کلام کو جاری کرنا ہے، اگرچہ عالمِ غیب کے اعتبار سے وہ قبریں معطل نہ ہوں، اور وہ قبر والے اُن چیزوں میں مشغول ہوں، جو اُن کے رب کی طرف سے، اُن کو پیش کی گئی ہیں، جیسا کہ عذابِ قبر کا معاملہ ہے کہ جس کو انسان اور جن کے علاوہ سب سنتے ہیں، تو وہ قبریں، انسان اور جن کے اعتبار سے ''حِس'' میں معطل ہوتی ہیں، اور عالمِ غیب میں (مختلف حالات سے) بھری ہوئی ہوتی ہیں، تو ایسی صورت میں قبروں کا ''حِس'' میں معطل ہونا، عالم الغیب میں معطل نہ ہونے کے خلاف نہیں کہلائے گا۔...... پھر حدیث میں ہے کہ نیند ''موت'' کی بہن ہے، اور یہ بات معلوم ہے کہ سونے والا بہت سی چیزوں کو دیکھتا ہے، اور اس پر ایسے حالات گزرتے ہیں کہ جن کی بعض جہات سے نفی ہوتی ہے، لیکن وہ بعض جہات سے ثابت ہوتے ہیں، پس اسی طریقے سے قبر کا معاملہ بھی ہے۔ اور اس سلسلے میں ایک بات اللہ تعالیٰ کے قول ''إنک لا تسمع الموتی'' سے متعلق ہے، جس کا ایک جواب یہ ہے کہ اس آیت میں نفی ''اسماع'' یعنی ''سنانے'' کی ہے، نہ کہ ''سماع'' یعنی ''سننے'' کی، جس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ آیت اس ''سماع'' کی نفی کرتی ہے، جو اسباب پر مرتب ہوتا ہے، کیونکہ دنیا میں سننے کے چند اسباب ہوتے ہیں، پس جب وہ

اسباب پائے جائیں، تو ان پر ''سننے'' کا مرتب ہونا لازم ہوتا ہے، لیکن عالمِ برزخ کا معاملہ اس طرح نہیں ہے، کیونکہ وہ دوسرا عالَم ہے، اور اس عالم میں وہ اسباب، دنیا کے اسباب کی طرح کے نہیں ہوتے (کیونکہ نہ تو مردہ کو اپنے دنیاوی اسباب، ہاتھ، پیر، منہ، کان وغیرہ کے استعمال پر خود سے قدرت واختیار ہوتا، نہ ہی سنانے والے کا اختیار ہوتا ہے، اور نہ عالمِ برزخ میں مردہ کے ساتھ دنیاوی اسباب کے اعتبار سے قرب واتصال حاصل ہوتا، کیونکہ دونوں کے عالَم مختلف ہیں) پس اُس عالمِ برزخ میں جو سماع ہوگا، وہ صرف اس صورت میں حاصل ہوگا، جب رب تعالیٰ چاہے، اور جس مردہ کے لیے رب تعالیٰ چاہے، اور مُردوں کو سنانے کے لیے، وہ اسباب کافی نہیں ہوں گے، جو ہمارے پاس ہیں، لہٰذا اس آیت میں ''سماع'' کی مطلق نفی نہیں پائی جاتی، بلکہ صرف اس طریقے سے سنانے کی نفی پائی جاتی ہے، جو ہمارے پاس ہوتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ''بے شک، اللہ سنا دیتا ہے، جس کو چاہتا ہے، اور تم نہیں سنا سکتے، ان لوگوں کو جو قبروں میں ہیں'' (فیض الباری)

''سماعِ موتیٰ'' کے مسئلہ میں اہلِ علم حضرات کا اختلاف ہے، بعض اس کے ثبوت اور بعض نفی کے قائل ہیں، جس کی وجہ سے فی الجملہ یہ مسئلہ اجتہادی نوعیت کا ہے، جب تک اس اختلاف کو اپنی جگہ رکھا جائے، اور اس کی وجہ سے شریعت کے اہم مقاصد کو نظر انداز نہ کیا جائے۔

لہٰذا اس اختلاف کو اپنے درجے پر رکھنا چاہیے، اور اسے حق وباطل اور باہمی جنگ وجدل، اور ایک دوسرے کی تضلیل وتفسیق کا ذریعہ نہیں بنانا چاہیے، جس کی زد میں بڑے بڑے اصحابِ علم اور سلف، بلکہ بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی آجائیں۔ (جاری ہے............)

www.idaraghufran.org

علم کے مینار (امت کے علماء وفقہاء:قسط34) مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

فقہ مالکی،منہج،تلامذہ،کتب،مختصر تعارف (بارہواں حصہ)

فقہ مالکی کی تدوین اور''المدونہ'' کی تالیف

(گزشتہ سے پیوستہ)فقہ مالکی کی تدوین میں سب سے نمایاں کام''شیخ عبدالسلام بن سعید سحنون'' نے ہی کیا ہے،جن کو امام مالک سے براہِ راست شرفِ تلمذ تو حاصل نہیں،لیکن آپ کو امام مالک رحمہ اللہ کے تین بلند پایہ ومایۂ ناز شاگرد ابن قاسم،ابن وہب اور اشہب سے شرف تلمذ حاصل ہے، اور فقہ مالکی کی مشہور کتاب''المدونہ''کے مرتب یہی''سحنون ''ہی ہیں۔

''المدونہ'' کی ابتدائی تالیف تو مشہور مالکی فقیہ اور امام مالک کے براہِ راست شاگردوں میں سے مایۂ ناز شاگرد''اسد بن فرات''نے''الأسدیة''کے نام سے کی تھی،جس پر بعد میں نظرِ ثانی، حذف واصلاح کا عمل سحنون نے کیا،اور اس طرح یہ کتاب''المدونہ''کے نام سے مشہور ہوئی،اور سحنون کی طرف منسوب ہونے لگی۔

اسد بن فرات امام مالک کے شاگردوں میں قریب قریب وہی درجہ رکھتے ہیں،جو امام محمد بن حسن شیبانی کو امام ابوحنیفہ کے تلامذہ میں حاصل ہے،قاضی اسد بن فرات جب امام مالک کے درس میں بیٹھتے تھے،تو ان کی آراء اور اجتہادات کو ہاتھ کے ہاتھ قلمبند کرتے رہتے تھے،جہاں جہاں امام مالک سے پوچھتے تھے،وہ بھی لکھتے تھے کہ میں نے یہ پوچھا،تو انہوں نے یہ جواب دیا،میں نے جواب میں یہ کہا،تو انہوں نے یہ کہا۔قاضی اسد بن فرات نے چونکہ امام مالک کے ساتھ ساتھ امام محمد اور ابو یوسف سے بھی کسبِ فیض کیا تھا،اس طرح سے''الأسدیة''کی تالیف میں آپ نے امام ابوحنیفہ اور امام مالک دونوں کی (Methodology) کو ملایا،اور دونوں کے طرزِ استدلال کو یک جا کیا،اور وہ کتاب لکھی جو آگے چل کر فقہ مالکی کی سب سے بنیادی کتاب بنی۔

پھر قاضی اسد بن فرات نے امام مالک،اور امام ابوحنیفہ کے اصحاب سے کسب فیض کے بعد،امام

مالک کے سب سے بڑے شاگرد عبدالرحمٰن بن قاسم کی طرف رجوع کیا، یہ اپنے علم وفضل، زہد وتقویٰ، عبادت وریاضت اور کبرسنی کی وجہ سے بڑے احترام سے دیکھے جاتے تھے، علمِ فقہ میں روایت، رائے اور قیاس سب پر یکساں نظر رکھتے تھے اور ابنِ قاسم کی یہی جامعیت، اسد بن فرات کے لئے وجہ کشش تھی۔

چنانچہ اس کے بعد آپ کا یہ دستور تھا کہ آپ ابنِ قاسم سے روزانہ فقہی مسائل پر سوالات کرتے، وہ جوابات دیتے، اور آپ سوالات وجوابات دونوں کو بالترتیب لکھتے جاتے، اور عبدالرحمٰن بن قاسم اپنے جوابات میں امام مالک کے فتاویٰ بیان کرتے، ان پر احادیث سے استدلال لاتے، اور قیاس ورائے سے ان جوابوں کی صحت کے ثبوت بہم پہنچاتے، اس طرح یہ سوالات وجوابات ساٹھ اجزاء پر مشتمل ایک مجموعہ کی صورت میں مدون ہوگئے، اور آپ نے اس مجموعہ کو اپنے نام پر ''الأسدية'' سے موسوم کیا، اور اس طرح یہ کتاب دنیا میں فقہ مالکی کی اولین کتاب بنی۔

پھر جب یہ کتاب لکھی جا چکی، تو اس کو بہت جلد تمام مالکی حلقوں میں مقبولیت حاصل ہوئی، چنانچہ کچھ عرصہ بعد آپ ہی کے ایک شاگرد اور آپ کے دوسرے ہم عصر مالکی فقہاء کے شاگرد، عبدالسلام بن سعید سحنون نے اپنے افریقہ کے سفر کے دوران اس کو اسد بن فرات سے دوبارہ حاصل کیا، اور قیروان میں بیٹھ کر اس کتاب کا نیا ایڈیشن تیار کیا، اور اس میں بہت سی چیزوں کا اضافہ کیا، ترتیب کو بہتر بنایا، حذف واصلاح کی، پہلے ابنِ قاسم کی خدمت میں پیش کیا، اور پھر ان کے ایماء پر قاضی اسد بن فرات کی خدمت میں پیش کرنا چاہا، تو انہوں نے لینے سے انکار کردیا، اور اس طرح ''الأسدية'' سحنون کی ''المدوّنۃُ الکبریٰ'' میں ضم ہوگئی۔

لیکن اس سب کے باوجود سحنون مدونہ کی تالیف کے بعد اپنے اصحاب کو اس کتاب کے التزام کا حکم دیا کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ اس میں ایک ''رجلِ صالح'' (یعنی اسد بن فرات) کا کلام اور اس کی آراء شامل ہیں (الدیباج المذھب، لابن فرحون، ج ۱، ص ۳۰۵، حرف الالف)

درحقیقت سحنون کی ''المدوّنہ'' پر نظرثانی اور اس کی مسلم دنیا کی طرف منتقلی، مالکی مکتبِ فکر کے، مغربی ممالک میں نشر واشاعت کا بڑا ذریعہ تھی۔

وقت کے امام وقاضی

شیخ سحنون234ھ میں 74سال کی عمر میں شمالی افریقہ اور ملحقہ علاقوں کے قاضی بنائے گئے،اور تادمِ حیات قاضی رہے،اور اپنے قاضی ہونے کے درمیان وہ اپنے لیے روزی اور صلہ حکومت سے نہیں لیتے تھے، بلکہ اپنے مددگاروں،اپنی کتاب اور اپنے قضات کے لیے اہلِ کتاب کے جزیہ میں سے لیتے تھے،کہا جاتا ہے کہ آپ نے عہدۂ قضاء اسی وقت قبول کیا جب امیر نے انہیں انصاف کے معاملات میں آزادانہ اختیار دینے کی قسم کھائی، چاہے اس میں امیر کے خاندان اور عدالت کے ارکان کے خلاف قانونی کارروائی بھی شامل ہو،آپ اپنے فیصلوں میں محتاط، مدعی اور گواہوں کے ساتھ شائستگی برتنے کے حوالے سے جانے جاتے تھے،لوگوں کو شہادت دیتے وقت سخت کلام کرنے اور خصومت کرنے کو ناپسند کرتے تھے،ان کو شہادت دینے کے آداب سکھاتے،لیکن امیر کے اردگرد رہنے والوں کے لیے سخت تھے،آپ نے انہیں قانونی چارہ جوئی میں اپنی طرف سے نمائندے بھیجنے کی اجازت نہ دیتے تھے،اور ان کے غیر قانونی کاموں میں مداخلت کرنے کی درخواست سے انکار کرتے تھے،جبکہ عام لوگوں کو بھی قسم کھانے پر تادیب کرتے تھے،اور اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھانے سے سختی سے منع کرتے تھے۔جس روز آپ کو قاضی بنایا گیا،آپ نے اپنی بیٹی خدیجہ کو مخاطب کر کے کہا کہ آج تمہارے والد کو بغیر چھری کے قتل کر دیا گیا ہے۔سحنون لگ بھگ چھ (6) سال تک قاضی رہے،اور اس دوران جو واقعات وقضیہ جات پیش آئے، وہ انتہائی دلچسپ اور سبق آموز ہیں، جو پڑھنے لائق ہیں،اور ان واقعات ومعاملات سے آپ کی دینی وعلمی شان اور حاضر دماغی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے،قاضی عیاض نے ''ترتیبُ المدارک ''میں ان کا خوب احاطہ کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو: ترتیب المدارک، ج ۱، ص ۲۲۱ الی ۲۲۵، حرف الکنی، ابو سعید سحنون بن سعید)

وفات

آپ کی وفات رجب240ہجری ہوئی،جبکہ اس وقت آپ کی عمر اسّی(80) سال تھی،تحصیلِ علم کے بعد آپ لگ بھگ ساٹھ(60) سال تک علمی ودینی خدمات میں ہمہ تن مصروف ہوئے،آپ کی ولادت کے متعلق ''کتبُ التراجم و الطبقات ''میں مذکور ہے کہ وہ160ہجری میں یکم رمضان المبارک کی رات میں ہوئی۔کہا جاتا ہے کہ امیر کے اردگرد موجود افراد نے ان کے خلاف

قضاء کے معاملات میں سختی برتنے کی وجہ سے، ان کی نمازِ جنازہ میں شامل ہونے سے انکار کردیا، مگر اس سب کے باوجود امیر نے خود آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی، اور آپ کی وفات کے وقت اہلِ قیروان غمزدہ اور پریشان حال دکھائی دیئے۔

مذہبی اصلاحات

شیخ سحنون بن سعید اپنے مضبوط راسخ العقیدہ ہونے کی وجہ سے، یہاں تک کہ معتزلی امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کرنے تک، آپ نے مسجد سے تمام بدعتی فرقوں کو خارج کردیا تھا، جن میں معتزلہ، اباضیہ، عبادیہ اور چند دیگر فرقے شامل تھے، جو کہ زوروشور پروان چڑھ رہے تھے، یہاں تک کہ اپنے قاضی ہونے کے ایام میں آپ نے ان فرقوں سے تعلق رکھنے والے ائمہ ومؤذنین اور قراء کو معزول کردیا تھا، اور یہ حکم جاری فرمایا یہ لوگ اپنی محافل واجتماعات منعقد نہیں کریں گے۔

منقول ہے کہ قیروان کا علاقہ علم کے متعدد حلقوں میں، اس وقت تمام رجحانات کے نمائندے آزادانہ طور پر اظہارِ خیال کرنے کے قابل تھے، شاید اسی آڑ میں متعدد بدعتی فرقے جنم لے رہے تھے، چنانچہ سحنون نے وہاں کے علماء کی جماعت اور علمی حلقوں کو ان فرقِ باطلہ سے پاک وصاف کرنے کے عمل میں، اس روش کو ختم کرکے، اہلِ بدعت کے فرقوں کو منتشر کردیا، اور ان فرقوں کا قلع قمع کیا، یہاں تک ان فرقوں کے متعدد رہنماؤں کو عوام کے سامنے آنے، اور عقائدِ فاسدہ کے انکار پر مجبور کیا، یوں کہا جاسکتا ہے کہ سحنون مسلم مغربی دنیا میں، اپنی مالکی شکل میں سنی ازم کی خصوصی بالادستی کے عظیم ترین معماروں میں سے ایک تھے۔ (جاری ہے......)

www.idaraghufran.org

تذکرۂ اولیاء حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (قسط 84) مولانا محمد ریحان

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات و حالات اور ہدایات و تعلیمات کا سلسلہ

عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ریاستی گورنروں کی تقرری (آخری قسط)

گورنروں کے حقوق (پانچواں و آخری حصہ)

پہلے یہ بات گزر چکی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں گورنروں کے وظائف مختلف تھے۔ محض ضرورت کی بناء پر آپ رضی اللہ عنہ نے وظائف مقرر نہ کئے ہوئے تھے، بلکہ علاقہ کی نوعیت، مرتبہ اور کام کے اعتبار سے، اور فتوحات میں ان گورنروں کی سعی کو دیکھتے ہوئے وظائف کا تقرر ہوتا تھا۔ وہ وظائف مختلف نوعیت کے ہوا کرتے تھے۔ کسی کے روزانہ، کسی کے ماہانہ اور کسی کے سالانہ ہوا کرتے تھے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مدائن پر گورنر تھے، آپ کے پانچ ہزار سالانہ درہم وظیفہ تھا۔ (الخراج لابی یوسف)

گورنروں کا علاج معالجہ:

جیسا کہ پہلے گزرا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گورنروں کی مالی ضروریات کا خیال رکھا کرتے تھے۔ اس چیز کے پیشِ نظر آپ رضی اللہ عنہ نے گورنروں کے وظائف مقرر کئے ہوئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ ان کی مالی ضروریات کے علاوہ ان کی جانی ضروریات کا بھی خیال رکھا کرتے تھے۔ جب کوئی گورنر بیمار ہو جاتا، تو اس کا علاج معالجہ کرواتے تھے۔ یہ بات اس لئے بھی اہمیت کی حامل ہے کہ اس وقت حکیموں کی قلت ہونے کے باعث بڑی بیماریوں کا علاج مشکل ہوتا تھا، جس کے باعث بسا اوقات کئی لوگ اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے تھے۔

اس کی مثال آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں ملتی ہے کہ آپ کے دور میں بیت المال کے ایک خازن معیقیب رضی اللہ عنہ کو ایک خاص قسم کی بیماری لاحق ہوگئی تھی۔ عمر رضی اللہ عنہ جس کسی حکیم کے بارے میں سنتے کہ اس کے پاس اس بیماری کا علاج موجود ہے، تو آپ اسے تلاش کرتے اور علاج

کرواتے۔ایک مرتبہ اتفاق سے آپ کے پاس یمن سے دو آدمی آئے۔وہ دونوں آدمی بظاہر حکیم اور جڑی بوٹیوں کا علم رکھنے والے معلوم ہو رہے تھے۔آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا کہ آپ لوگوں کے پاس اس نیک آدمی کے لئے کوئی علاج ہے یا آپ کو اس کے علاج کی کسی دوا کا علم ہے؟ کیونکہ اس شخص کی تکلیف بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ان دونوں نے کہا کہ اس بیماری کے کسی ایسے علاج کا تو ہمیں علم نہیں ہے، جو اس بیماری کو مکمل طور پر ختم کر دے، البتہ ایک دوا ہمیں ایسی معلوم ہے کہ جس کے استعمال کے بعد اس کے مرض میں اضافہ نہیں ہوگا، اور انہیں آرام مل جائے گا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مرض بڑھے نہیں، اور یہیں رک جائے، تو یہی بڑی عافیت ہوگی۔ان دونوں نے کہا کہ یہاں کی زمین میں حنظل یعنی اندرائن کا پودا اگتا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جی ہاں۔انہوں نے کہا کہ کچھ اندرائن منگوالیں۔چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں سے اندرائن لانے کا کہا۔پھر کچھ دیر بعد دو بڑی ٹوکریاں بھر کر اندرائن لائی گئی۔ان دونوں نے ایک ٹوکری سے اندرائن کو دو حصوں میں آدھا آدھا تقسیم کر دیا۔پھر معیقیب رضی اللہ عنہ کو چت لٹا دیا، اور ان کے ایک ایک پاؤں کو دونوں نے ہاتھ میں پکڑا، پھر پاؤں کے تلوؤں پر اندرائن کی مالش کرنے لگے۔جب ایک ختم ہو جاتی تو دوسری لیتے، اس طرح کافی دیر تک اندرائن سے ان کے پاؤں کی مالش کرتے رہے۔یہ سب ماجرا دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں اب واقعی ایسا لگتا ہے کہ اس سے معیقیب کے مرض میں اضافہ نہیں ہوگا۔راوی بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد معیقیب بالکل ٹھیک رہے اور ان کی پوری زندگی ان کے اس مرض میں اضافہ نہ ہوا۔(اخبار عمر)

پیارے بچو! مولانا محمد ریحان

میرا گاؤں، میرا وطن

پیارے بچو! ایک لڑکا تھا، اس کا نام معاذ تھا۔ معاذ ایک نوجوان لڑکا تھا جو اپنی زندگی میں مشکلات اور چیلنجز کا سامنا کر رہا تھا، مگر اُس کا دل ہمیشہ امید اور حمایت سے بھرا ہوتا تھا۔

معاذ کا خواب تھا کہ وہ اپنے گاؤں کو بہتر بنائے اور اپنے وطن کے لئے کچھ کرے۔ اُس نے پکا ارادہ اور عزم کرتے ہوئے کہا:

''میرا گاؤں، میرا وطن ہے''

معاذ نے سوچا کہ کس طرح وہ اپنے گاؤں کو بہتر بنا سکتا ہے، اور کس طرح سارے لوگوں کو کسی بھی مشکل کا سامنا کرنے کے لئے اکھٹا کرسکتا ہے۔ معاذ کو یہ بات معلوم تھی کہ ترقی کی چابی اکیلی کام کرنے میں نہیں، بلکہ جب سارے اکٹھے مل کر کام کرتے ہیں، تب ہی ترقی حاصل ہوتی ہے۔

ایک دن معاذ کے گاؤں میں ایک طوفان آیا اور ساری کھیتی اور فصلیں، اور ہریالی اس طوفان کی وجہ سے تباہ و برباد ہوگئی۔ گاؤں کے سارے لوگ پریشان تھے کہ اب کیا کریں، کیونکہ گاؤں میں نہ تو فیکٹریاں ہوتی ہیں، اور نہ ہی شہر کی طرح آمدنی اور نوکریوں کے مواقع ہوتے ہیں۔ لوگ زیادہ تر فصلوں اور کھیتی باڑی پر ہی انحصار کرتے ہیں۔ گاؤں میں فصلوں کی تباہی کے بعد لوگ پریشان ہوگئے اور معاذ کو بھی اپنے وطن کے پھلنے پھولنے کا خواب چکنا چور ہوتے ہوئے محسوس ہوا۔

معاذ نے اپنے دوستوں کو جمع کر کے کہا:

''زندگی میں اس طرح کی مشکلات آتی رہتی ہیں، ہمیں ان مشکلات کا سامنا کرنا ہے، اور ان کا حل نکال کر آگے بڑھنا ہے۔''

طوفان کی وجہ سے گاؤں کی زمینیں خراب ہوچکی تھیں، پانی نے زمین کا جگہ جگہ سے کٹاؤ کر دیا تھا، جس کی وجہ سے زمین اونچی نیچی ہوگئی تھی۔ کئی سال پرانے لمبے قد آور درخت گر چکے تھے، زمین میں پودوں کے اثرات تک ختم ہو چکے تھے۔

www.idaraghufran.org

اگلے ہی دن معاذ نے دوبارہ لوگوں کو اکٹھا کیا اور کہا:

''ہم سارے جب تک مل کر محنت نہیں کریں گے، تو ہمیں ہمارا گاؤں اس وقت تک پہلے سے بہتر حال میں نہیں مل سکتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم سارے مل کر محنت کریں۔''

معاذ کی اس بات پر ساروں نے سر ہلا دیا۔ پھر معاذ نے دوبارہ کہا:

''ہم سارے مل کر کام کو تقسیم کریں گے۔ کچھ لوگ گاؤں کی گلیوں اور راستوں کو صاف کریں گے، تاکہ گاؤں میں آنے اور جانے والوں کو تکلیف نہ ہو۔ عابد، سلیم اور آصف آپ تینوں اپنے ساتھ کچھ لڑکوں کو لگائیں، اور گاؤں کی گلیاں، اور راستوں کو صاف کریں۔''

عابد سلیم اور آصف تینوں فوراً ہی صفائی کے کام پر لگ گئے۔ پھر معاذ نے باقی لوگوں میں سے دس کو کہا:

''آپ دس لوگ میرے ساتھ آئیں گے، اور ہم مل کر کھیتوں کی زمینوں کو برابر کریں گے، پھر اس کے بعد ہر زمین میں، 20، 20 پودے لگائیں گے۔ اور باقی دس لوگ ان گھروں کی مرمت کریں گے، جو طوفان کی وجہ سے متاثر ہوئے ہیں۔''

یہ کہہ کر معاذ اور باقی سارے لوگ اپنے اپنے کاموں پر لگ گئے۔ کچھ ہی دنوں میں سارے کام پورے ہو گئے۔ راستے صاف ہو گئے، گھروں کی مرمت مکمل ہو گئی، اور کھیتوں کی زمین برابر کر کے وہاں مختلف چیزیں لگا دی گئیں۔ کچھ ہی عرصہ بعد گاؤں دوبارہ ہرا بھرا ہو گیا۔

معاذ خود تو پڑھا لکھا نہیں تھا لیکن اسے احساس تھا کہ ہمارے گاؤں میں اسکول اور ہسپتال ہونا چاہیے۔ معاذ کی کوشش سے کچھ ہی عرصے میں گاؤں کے اندر دو اسکول بھی قائم ہو گئے۔ اور ایک چھوٹی سی ڈسپنسری بھی بنا دی گئی۔

پیارے بچو! معاذ کا جذبہ اور محنت نے گاؤں کو ترقی تک پہنچا دیا۔ لوگ معاذ کو اپنا قائد مانتے تھے اور اُنہوں نے اپنے خواب کو حقیقت میں تبدیل کر دیا۔ معاذ کی کہانی سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ جب تک ٹیم ورک اور سمارٹ ورک نہیں ہوگا، تو اس کے بغیر ترقی ممکن نہیں ہے۔ ترقی کے لئے ضروری ہے کہ مل کر کام کیا جائے، اور صحیح سلیقہ سے کام کیا جائے۔

www.idaraghufran.org

بزمِ خواتین (عورت کا تقدس اور حقوق نسواں کا فریب: قسط 73) مفتی طلحہ مدثر

ملازمت اور تجارت میں خواتین کے اختیارات (دسواں حصہ)

معزز خواتین! گھر اور باہر کے کاموں کی تقسیمِ کار کے حوالے سے اسلامی طریقہ کار تفصیل سے ذکر کیا جا چکا ہے، مختصراً یہ کہ معاشی جدو جہد مرد کے ذمہ ہے اور امور خانہ داری عورت کے ذمہ، یہ ایک معتدل نکتہ نظر ہے، ہمارے یہاں معاشرے میں دو قسم کے رجحانات پائے جاتے ہیں، ایک یہ عورت کو گھر سے باہر نکلنا ہی نہیں ہے، چاہے کتنے ہی مشکل حالات کیوں نہ ہو جائیں، معاشی اعتبار سے کتنا ہی براوقت کیوں نہ ہو، گھر کے مرد حضرات ذمہ داری اور سنجیدگی کے ساتھ معاشی ضروریات پوری کر رہے ہوں یا نہیں بس عورت نے کام نہیں کرنا نہ گھر سے نکلنا ہے، کیونکہ یہ اسلام کے خلاف ہے، یہ تنگ نظری کی ایک انتہاء ہے، اس کے برعکس ایک رجحان یہ ہے، کہ عورت نے گھر میں رہنا ہی نہیں ہے، خواہ اس کے گھر میں رہتے ہوئے کتنے ہی اچھے طریقے سے ضروریات پوری کرنے کا انتظام کیوں نہ ہو جائے، اور اس کے گھر میں بچوں کو اس کی کتنی ہی ضرورت کیوں نہ ہو، بس اس نے گھر سے باہر جاب کرنی ہے، خواہ اس سے گھریلو زندگی کتنی ہی متاثر کیوں نہ ہو، تو ایسی صورت میں بہتر معلوم ہوتا ہے، کہ شریعت کی روشنی میں ملاحظہ کر لیا جائے، خواتین کے لیے تجارت کا یا ملازمت کا کیا حکم ہے۔

تجارت اور ملازمت مردوں کے ساتھ مخصوص نہیں!

اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر تجارت اور خرید و فرخت کو حلال قرار دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا (سورة البقرة ۲۷۵)

ترجمہ: اور اللہ نے خرید وفروخت کو حلال قرار دیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے (بقرۃ)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

www.idaraghufran.org

يَـاأَيُّهَـا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُم(سورة نساء ۲۹)

ترجمہ:اے ایمان والوں! آپس میں اپنا مال ناحق طریقے سے مت کھاؤ،سوائے اس کے وہ تمہاری باہمی رضامندی سے تجارت(کا مال)ہو(نساء)

اورارشادہے:

فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ(الجمعة ۱۰)

ترجمہ:اورزمین میں پھیل جاؤاوراللہ کافضل تلاش کرو(جمعہ)

اوراللہ تعالیٰ کاارشادہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ(البقرة ۲۶۷)

ترجمہ: اے ایمان والوں! ان پاکیزہ چیزوں میں سے خرچ کرو،جوتم نے کمائی ہیں(بقرہ)

اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کاارشادہے:

مـا كسـب الـرجـل كسبـا أطيـب من عمل يده (سنن ابن ماجه، ابواب التجارات،باب الكسب على المكاسب،رقم الحديث۲۱۳۸)

ترجمہ: آدمی کی کوئی بھی کمائی اس کے اپنے ہاتھ سے کی گئی محنت سے پاکیزہ نہیں ہے(ابن ماجہ)

ان تمام آیات واحادیث سے معلوم ہوا،کہ تجارت خریدفروخت جائز ہے،ان آیات میں ایسی کوئی تخصیص نہیں ہے،کہ یہ حکم صرف مردوں کے لیے ہے،خواتین اس میں شامل نہیں ہیں، بلکہ یہ حکم عام ہے،جس میں تمام مسلمان شامل ہیں،جیسے نماز،روزہ،حج،زکاۃ کاحکم مردوں کے ساتھ خاص نہیں اسی طرح تجارت کاحکم بھی مردوں کے لیے خاص نہیں ہے،اسلام کے دیگر تمام احکام میں بھی اکثروبیشتر مردوں کومخاطب کرکےکوئی حکم دیاجاتاہے،مگران تمام احکام میں خواتین خودبخود شامل ہوتی ہیں،الایہ کہ وہ کوئی خصوصی نوعیت کامسئلہ ہو۔

ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نام سے کون واقف نہیں ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی زوجہ محترمہ اور سب سے پہلے اسلام لانے والی خاتون ہیں، اللہ تعالیٰ نے تمام ازواج مطہرات میں سے صرف حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اولاد عطا فرمائی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بے انتہاء محبت تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے، ''رزقت حبھا'' ان کی محبت مجھے عطا کردی گئی ہے، یا ان کی محبت میرے اندر داخل کردی گئی ہے، حضرت خدیجہ ایک مالدار اور تاجر خاتون تھیں، قریش کا پیشہ عام طور پر تجارت ہی تھا، حضرت خدیجہ اپنا ذاتی مال مختلف لوگوں کو تجارت کے لیے دیتی تھیں، اور اسی مال میں سے ایک مخصوص حصہ ان کی مزدوری یا اجرت کے طور پر ادا کرتی تھیں، اسی کو شریعت میں مضاربت بھی کہا جاتا ہے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح کرنے کے پیچھے بھی بہت حد تک تجارت کا دخل تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق واوصاف سے متأثر ہو کر حضرت خدیجہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیشکش کی کہ آپ میرا مال تجارت کے طور پر شام لے جائیں اور میں آپ کو دوسرے لوگوں کی نسبت بہتر معاوضہ ادا کروں گی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیشکش کو قبول فرمالیا، اس سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حضرت خدیجہ کا غلام بھی تھا، جس نے واپس آ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور حالات بتائے، جن سے متأثر ہو کر، حضرت خدیجہ نے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کی درخواست کی۔

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

تکفیر بازی ومغالطاتِ سلفی کا جائزہ(قسط14)

مولانا سرفراز صفدر صاحب رحمہ اللہ اپنی مذکورہ تالیف ''طائفہ منصورہ'' میں آگے لکھتے ہیں:

''ابنِ خراش (المتوفی ۲۸۳ھ) یہ الحافظ البارع اور الناقد تھے۔امام ابونعیم فرماتے ہیں کہ میں نے ابنِ خراش سے بڑا حافظِ حدیث نہیں دیکھا،معہٰذا وہ نہ صرف یہ کہ شیعہ تھے، بلکہ رافضی تھے اور انہوں نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے مثالب (یعنی معاییب،ناقل) پر کتاب لکھی تھی (تذکرۃ الحفاظ ج ۲،ص ۲۳۰)

ابوغسان (المتوفی ۲۱۹) یہ الحافظ اور الحجة تھے،ثقہ اور ثبت ہونے کے علاوہ من ائمۃ المحدثین بھی تھے۔امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ وہ شدید التشیع تھے (تذکرہ، ج ا،ص ۲۶۴)'' (طائفہ منصورہ ص ۴۱،شیعہ حضرات کے چند محدثین،مکتبہ: صفدریہ، گوجرانوالہ،طبع ہشتم ۲۰۱۰ء)

ابنِ خراش کا رافضی ہونا، یہاں تک کہ ان کی طرف سے ''مثالبِ شیخین'' کی احادیث کو جمع کرنا بھی منقول ہے۔

(ملاحظہ ہو:تاريخ الإسلام ، ج ٦،ص ٧٧٣،حرف العين)

اور حافظ ابنِ حجر نے ابنِ خراش کو ''محدث،حافظ''اور ''غلاۃِ شیعہ''اور ''منسوب الى الرفض '' قرار دیا ہے۔

(ملاحظہ ہو:لسان الميزان لابن حجر، ج ا ص ٢١٢، خطبة الأصل، فصل: ٧)

اور ان کے ''حافظِ زمانہ''اور ''اطلاعِ کثیر'' ہونے کے باوجود،ان کو ''رافضی''اور ''عقائد میں گمراہ'' بھی کہا ہے۔

(ملاحظہ ہو:لسان الميزان، ج۵ ص ١٥٠ ،تحت ترجمة''عبد الرحمن بن يوسف بن خراش الحافظ''، رقم الترجمة ٤٧٢١)

اور ''ابنِ خراش'' سے ابوعوانہ،ابنِ عدی،ابونعیم اصبہانی،ابوشیخ اصبہانی،ابنِ بشران،خطیب بغدادی

وغیرہ نے احادیث کو روایت کیا ہے۔

جہاں تک ابوغسان کا تعلق ہے، جن کو ابوداؤد نے شدیدُ التشیع فرمایا ہے، تو ان سے بخاری، مسلم اور چاروں ائمہ نے احادیث کو روایت کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو: تاریخ الإسلام للذهبی، ج۵، ص ۴۵۶)

ابنِ سعد نے بھی ابوغسان کو ''ثقة صدوقا متشيعا شديد التشيع'' فرمایا ہے۔

(ملاحظہ ہو: الطبقات الكبرى، ج۶، ص ۴۰۴، الطبقة الثامنة، ميزان الاعتدال في نقد الرجال، ج۳، ص ۴۲۴)

اور شدید التشیع ہونے کا مطلب صرف اتنا نہیں کہ وہ حضرت عثمان پر حضرت علی کی تفضیل کے قائل ہوں، کیونکہ اس کو شدید التشیع سے تعبیر کیا جانا مشکل ہے۔

(ملاحظہ ہو: وفيات الأعيان وأنباء أبناء الزمان، ج۳، ص ۱۱۰، لسان الميزان، ج۲، ص ۶۴)

پھر اس کے بعد آگے مولانا سرفراز صفدر صاحب رحمہ اللہ اپنی مذکورہ تالیف ''طائفہ منصورہ'' میں لکھتے ہیں:

> عبیداللہ بن موسیٰ (المتوفی ۲۱۳ھ) یہ امام بخاری وغیرہ کے استاد ہیں، مگر بایں ہمہ امام ابوداود فرماتے ہیں: ''کان شیعیا متحرقا'' وہ جلا بھنا ہوا شیعہ تھا (طائفہ منصورہ ص۴۲، شیعہ حضرات کے چند محدثین، مکتبہ: صفدریہ گوجرانوالہ، طبع ہشتم ۲۰۱۰ء)

مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب نے ''سنن ابی داؤد'' کی شرح ''بذل المجهود'' میں ''عبیداللہ بن موسیٰ'' کے بارے میں فرمایا کہ:

> وقال يعقوب بن سفيان :شيعي، وإن قال قائل :رافضي لم أنكر عليه، وهو منكر الحديث، وقال الجوزجاني :وعبيد الله بن موسى أغلى وأسوأ مذهبا، وأروى للعجائب، وقال الحاكم :سمعت قاسم بن قاسم السياري، سمعت أبا مسلم البغدادي الحافظ يقول :عبيد الله بن موسى من المتروكين، تركه أحمد لتشيعه. قال الساجي :صدوق، كان يفرط بالتشيع (بذل المجهود، ج۱، ص ۵۳۶، باب صفة وضوء النبي)

علامہ ابنِ حجر نے بھی ''تهذيبُ التهذيب'' میں اسی طرح کی تفصیل ذکر کی ہے، اور ''الزهرة'' کے حوالے سے امام بخاری کا ان سے 27 احادیث کو متعدد مقامات پر روایت کرنے کا ذکر کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو: تهذيب التهذيب، ج۷، ص ۵۳، تابع حرف العين)

پھر مولانا سرفراز صفدر صاحب رحمہ اللہ اپنی مذکورہ تالیف میں چند شیعہ و رافضہ راویوں کا ذکر کرنے

کے بعد لکھتے ہیں:

''اگر ہم صرف ان حضرات کی فہرست بیان کرنا شروع کردیں، جو پایہ کے محدث اور حافظ الحدیث تھے، اور بایں ہمہ وہ شیعہ تھے، تو اس کے لئے دفتر کے دفتر بھی ناکافی ہیں، اس لئے ہم نے تذکرۃ الحفاظ سے چند حضرات کے نام درج کردئے ہیں'' وفیہ کفایۃ لمن لہ ہدایۃ ''(طائفہ منصورہ ص ۴۲، شیعہ حضرات کے چند محدثین، مکتبہ: صفدریہ گوجرانوالہ، طبع ہشتم ۲۰۱۰ء)

ساتویں بات یہ ہے کہ تقیہ کا مسئلہ آج کے دور کا مسئلہ نہیں، اگر ظاہر کو نظر انداز کرکے ''تقیہ کی چادر میں لپٹی ہوئی رافضیت'' کی بنیاد پر علی الاطلاق تکفیر کا حکم لگانا ضروری ہے، تو اس میں بعد کے زمانہ کے شیعہ و رافضہ کی کیا ضرورت ہے، سابق ادوار میں پائے جانے والے روافض پر بھی یہی حکم لگانا چاہیے، اور ان تمام احادیث کو ناقابلِ اعتبار ٹھہرا دینا چاہیے، جو رافضی مذہب کے حاملین سے مروی ہیں کہ مبادا، انہوں نے ''تقیہ کی چادر میں لپٹی ہوئی رافضیت'' کی بنیاد پر اپنے ناقابلِ تاویل کفریہ عقائد کو چھپا لیا ہو۔

خلاصہ یہ کہ محدثین کی مخصوص اصطلاح کی بنیاد پر متقدمین کے بعد کے ''شیعہ'' کی علی الاطلاق تکفیر کرنا، یا ''مخصوص اصطلاحی شیعہ'' کے مقابلہ میں ''مخصوص اصطلاحی رافضی'' کی علی الاطلاق تکفیر کرنا، جمہور مجتہدین کے علاوہ خود جمہور محدثین کی تصریحات کے بھی خلاف ہے۔

عقیدۂ تحریف اور حضرت لدھیانوی کے حوالہ پر کلام

مغالطہ: ......اس کے بعد سلفی صاحب نے اپنے مذکورہ تبصرہ میں ماہنامہ حق چار یار، فروری، ۲۰۲۳ء کے صفحہ نمبر ۳۰ سے چند صفحات پر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ کی ماہنامہ بینات وغیرہ کے حوالہ سے چند عبارات ذکر کی ہیں، جن میں روافض کی طرف مختلف عقائد کو منسوب کرکے، ان کی تکفیر پر کلام کیا گیا ہے۔

سلفی صاحب نے اپنے مذکورہ تبصرہ کے صفحہ نمبر ۳۱، سے صفحہ نمبر ۳۳ تک حضرت لدھیانوی رحمہ اللہ کی جو عبارات نقل کی ہیں، ان میں مناظرانہ طریقہ پر کہیں شیعہ اور کہیں روافض کی طرف تحریفِ

قرآن کی نسبت کر کے تکفیر کا حکم لگایا ہے، اور جو شیعہ وروافض تحریفِ قرآن کے قائل نہیں، لیکن وہ تحریفِ قرآن کا عقیدہ رکھنے والوں کی تکفیر نہیں کرتے، ان کی طرف اس کی وجہ سے لزومِ کفر کو منسوب کیا گیا ہے۔

اسی ضمن میں سلفی صاحب نے اپنے مذکورہ تبصرہ کے صفحہ نمبر ۳۳ پر ''امامیہ کے تین بڑے اصولی عقائد'' کا عنوان قائم کیا ہے، اور اس کے ذیل میں صفحہ نمبر ۳۵ تک حضرت لدھیانوی رحمہ اللہ کی تالیف ''شیعہ سنی اختلاف اور صراطِ مستقیم'' اور ماہ نامہ بینات کے حوالہ سے روافض کی طرف تین چیزوں کا ذکر کیا ہے، جن کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:

(1) ''روافض'' کے نظریۂ امامت کا کھلم کھلا انکارِ ختمِ نبوت کے مترادف ہونا ہے۔

(2) ''روافض'' کی طرف صحابۂ کرام سے بغض وعداوت رکھنے، اور تمام صحابہ بشمول حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین کو کافر ومرتد قرار دینے کا حکم۔

(3) ''روافض'' کے اول الذکر دونوں عقائد سے ''تحریفِ قرآن'' کا نتیجہ لازم آنا، اور بالفاظِ دیگر ''پہلے دو عقائد کا ''تحریفِ قرآن کے لئے مستلزم ہونا۔

جوابِ مغالطہ: ......ہم اس سلسلہ میں نہایت ادب کے ساتھ ایک سے زیادہ مرتبہ عرض کر چکے ہیں، اور ایک مرتبہ پھر بلا خوفِ لومۃ لائم دوٹوک اور برملا طریقہ پر وضاحت کرتے ہیں کہ ہمارے نزدیک روافض کے بارے میں وہی موقف راجح ہے، جس کی جمہور ائمہ مجتہدین نے تصریح کی ہے، اور متکلمین واصولیین نے علمِ کلام وعقائد اور اصول کی کتابوں میں پے در پے مندرجہ بالا افکار پر مفصل ومدلل کلام کیا ہے، اور روافض کی تکفیر نہیں کی، اور ہم مذکورہ مجتہدین ومحققین حضرات کے مقابلہ میں حضرت لدھیانوی، اور ان کے ہم موقف متاخرین کے موقف کو راجح نہیں سمجھتے۔

مذکورہ موقف کے برعکس نہ صرف یہ کہ جمہور سلف محققین اہل السنہ والجماعۃ کی بے شمار تصریحات موجود ہیں، بلکہ اہلِ تشیع کے مستند مراجع بھی موجود ہیں، جن میں سے متعدد حوالہ جات ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں، اور مزید بھی موجود ہیں۔

چنانچہ اہلُ السنۃ والجماعۃ کی طرف سے روافض وامامیہ کے نظریۂ امامت پر مفصل کلام کیا گیا ہے، اور

اس کی دلائل کے ساتھ تردید کی گئی ہے، لیکن اس نظریہ کی وجہ سے ''التزامِ کفر'' کا حکم نہیں لگایا گیا ''لزومِ کفر'' ایک الگ معاملہ ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

اور روافض کے شیخین ودیگر متعدد صحابہ سے بغض رکھنے اور بعض صحابہ کی تکفیر کرنے پر بھی جمہور سلف محققین کی تصریحات موجود ہیں، جس پر انہوں نے ''تکفیر'' کے بجائے ''تبدیع'' کا حکم لگایا ہے۔

جہاں تک محققین کی پے درپے تصریحات کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ سمیت جملہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر کرنے کا تعلق ہے، تو یہ نظریہ ''فرقہ کاملیہ'' کا ہے، جو کہ ابو کامل کے اصحاب ہیں، انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سمیت تمام صحابہ کی تکفیر کی ہے، اور کاملیہ کے علاوہ روافض وامامیہ کے بقیہ چوبیس فرقے اس سے اختلاف رکھتے ہیں، جن میں اثنا عشری بھی داخل ہیں۔

(ملاحظہ ہو: منهاج السنة النبوية فى نقض كلام الشيعة القدرية، ج۳، ص ۴۷۲، ۴۷۳، الفصل الثانى، فصل قول الرافضى "الوجه الثانى فى وجوب اتباع مذهب الإمامية أنها الفرقة الناجية "والرد عليه)

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ نے بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تکفیر کا قول غالی شیعوں کے ''فرقۂ کاملیہ'' کا ذکر کیا ہے۔ [1]

جس پر مفصل باحوالہ تصریحات ہم نے ''اہلِ تشیع کی تحقیق وتکفیر'' میں نقل کردی ہیں۔

اور کسی عقیدہ کی وجہ سے دوسرا کوئی کفریہ عقیدہ لازم آنے، اور اسی طرح سے تحریفِ قرآن کے قائلین کی تکفیر نہ کرنے کی بنیاد پر دوسروں کی تکفیر کرنے کی حیثیت ''لازمِ مذہب، ولزومِ کفر'' سے زیادہ کی نہیں، جو جمہور محققین کے نزدیک ''التزامِ کفر'' کا باعث نہیں ہوا کرتا، اس پر ''التزامِ کفر'' کا حکم عائد کرنا، جمہور محققین کے نزدیک مرجوح قول پر مبنی ہے۔

علامہ ابنِ عابدین شامی نے فقہ حنفی کی کتاب ''ردُّ المحتار'' میں فرمایا کہ:

وإن وقع إلزاما فى المباحث معناه، وإن وقع التصريح بكفر المعتزلة ونحوهم عند البحث معهم فى رد مذهبهم بأنه كفر أى يلزم من قولهم بكذا الكفر، ولا يقتضى ذلك

---

[1] چنانچہ شاہ عبدالعزیز دہلوی ''تحفۂ اثنا عشریہ'' میں فرماتے ہیں کہ:
یہ (فرقۂ کاملیہ کے) لوگ صحابہ کو کافر کہتے ہیں، کیونکہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی، اور تماشا یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی کافر کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنا جائز حق کیوں چھوڑا (تحفۂ اثناء عشریہ، ص ۴۱، باب ا ''شیعہ مذہب کی ابتداء، اور ان کا فرقوں میں بٹنا'' غالی شیعوں کے چوبیس فرقے، ترجمہ: مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری، ناشر: دارالاشاعت، کراچی، اشاعتِ اول)

www.idaraghufran.org

كفرهم؛ لأن لازم المذهب ليس بمذهبهم (ردالمحتار، ج۳ص۴۵، كتاب النكاح، فصل في المحرمات)

ملاعلی قاری حنفی ''مشكاةُ المصابيح'' کی شرح ''مرقاةُ المفاتيح'' میں فرماتے ہیں:

الصواب عند الأكثرين من علماء السلف والخلف أنا لا نكفر أهل البدع والأهواء إلا إن أتوا بمكفر صريح لا استلزامي؛ لأن الأصح أن لازم المذهب ليس بلازم، ومن ثم لم يزل العلماء يعاملونهم معاملة المسلمين في نكاحهم، وإنكاحهم، والصلاة على موتاهم، ودفنهم في مقابرهم؛ لأنهم وإن كانوا مخطئين غير معذورين حقت عليهم كلمة الفسق والضلال إلا أنهم لم يقصدوا بما قالوه اختيار الكفر (مرقاة المفاتيح، ج ا، ص ۱۸۰، كتاب الايمان، باب الإيمان بالقدر)

اور علامہ ابنِ تیمیہ حنبلی نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا:

ولازم المذهب لا يجب أن يكون مذهبا بل أكثر الناس يقولون أقوالا ولا يلتزمون لوازمها (مجموع الفتاوى، ج۱۶، ص ۴۶۱)

اور موجودہ زمانے کے بعض معترضین ومتشددین کی طرف سے بار باران امور کے زیرِ بحث لانے کی وجہ سے اب ان امور پر مدلل ومفصل بحث ہم نے ''اہلِ تشیع کی تحقیق وتکفیر'' میں مستقل، عناوین، ابواب وفصول کے تحت ذکر کردی ہے۔

اس کے بعد ہم اپنے اس واضح موقف کے اعادہ کی ضرورت محسوس کرتے ہیں، جو ہم پہلے اس سوال کے جواب میں تحریر کرچکے ہیں، جس پر سلفی صاحب نے اپنی کشتیاں ''دریائے خشک'' میں اتاری ہوئی ہیں، اور ''صم بکم عمی'' کا مصداق بن کر خوابِ غفلت میں محو ہیں، ہمارا وہ موقف مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے موقف کے مطابق ہے، جو کہ حضرت مفتی صاحب موصوف رحمہ اللہ کے دارالعلوم دیوبند، سے مورخہ ۱۳۶۱/۲/۱۶ھ کے محررشدہ فتوے میں درجِ ذیل ہے:

شیعوں میں اس قدر مختلف فرقے ہوئے ہیں اور ہیں کہ ہر ایک کے عقائد وخیالات کا احاطہ دشوار ہے، پھر ہر فرقے کی کتابیں مختلف خیالات واستدلالات سے پُر ہیں، اس لیے ہمارے اکابر نے بنظرِ احتیاط موجودہ شیعوں پر کوئی مستقل حکم کرنے سے اس وقت تک احتراز کیا ہے، جب تک اس کا خاص عقیدہ معلوم نہ ہوجاوے، خواہ تفصیلاً، یا یہ کہ ''میں ان تمام عقائد کا پابند ہوں، جو فلاں فرقے کی فلاں کتاب میں مذکور ہیں''۔

www.idaraghufran.org

بغیر اس کے ہر شیعہ پر پچھلے شیعوں کی خرافات کو لازم کر دینا، احتیاط کے خلاف ہے۔
شیعوں کی کتابوں میں تحریفِ قرآن کا عقیدہ بے شک مذکور ہے، مگر موجودہ ہر شیعہ پر بر بناءِ مذکور، یہ از خود لازم نہیں کیا جا سکتا، جب تک وہ اس کی تصریح نہ کرے۔
اور اگر وہ انکار کرتا ہے، خواہ تقیہ ہی سے سہی، تو ہمارے لیے چارہ نہیں کہ ہم اس کے قول وفعل کا اعتبار کریں، تقیہ و نفاق کا تعلق قلب سے ہے، اس کے ہم ذمہ دار نہیں۔
بناءً علیہ ہم تمام شیعوں پر حکم، کفر کا نہیں کر سکتے (امداد المفتیین، جلد ا، صفحہ نمبر ۵۶۳، کتاب الایمان)

اسی کے ساتھ ہم وفاق المدارس العربیہ، پاکستان کے موجودہ صدر حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کے درجِ ذیل موقف کو راجح سمجھتے ہیں:

سوال:......مسئلہ یہ ہے کہ ''بینات'' والوں نے دو نمبر، روافض کے بارے میں شائع کیے ہیں، ٹائیٹل پر لکھا ہے کہ ''علماء کا متفقہ فیصلہ، یعنی شیعہ کافر ہے'' اس میں ہند و پاک کے بڑے بڑے علماء کے دستخط موجود ہیں، آپ کے دستخط نظر سے نہیں گزرے، اور ہمارے ایک دوست کا کہنا یہ ہے کہ مولانا محمد رفیع صاحب کو شیعہ روافض کی تکفیر کے بارے میں تردد ہے۔ برائے مہربانی آپ اپنی رائے کا اظہار فرمائیں کہ کیا واقعی ایسا ہے کہ آپ شیعوں کو کافر نہیں سمجھتے۔ فقط۔ والسلام۔ آپ کا مخلص: احقر حافظ مشتاق احمد

جواب:......جو ''شیعہ'' کفریہ عقائد رکھتے ہوں، مثلاً قرآن کریم میں تحریف کے قائل ہوں، یا یہ عقیدہ رکھتے ہوں کہ حضرت جبریل علیہ السلام سے وحی لانے میں غلطی ہوئی، یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتے ہوں، ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں۔
لیکن یہ بات کہ تمام شیعہ، یہ، یا اس قسم کے کافرانہ عقائد رکھتے ہیں، تحقیق سے ثابت نہیں ہوئی۔
اور کئی شیعہ یہ کہتے ہیں کہ ''الکافی'' یا ''اصولُ الکافی'' وغیرہ میں جتنی باتیں لکھی ہیں، ہم ان سب کو درست نہیں سمجھتے۔

دوسری طرف کسی کو کافر قرار دینا، چونکہ نہایت سنگین معاملہ ہے، اس لیے اس میں بے حد احتیاط ضروری ہے۔

اگر بالفرض کوئی تقیہ بھی کرے، تو وہ اپنے باطنی عقائد کی وجہ سے عنداللہ کافر ہوگا، لیکن فتویٰ اس کے ظاہری اقوال پر ہی دیا جائے گا۔

اسی لیے چودہ سو سال میں علمائے اہلِ سنت کی اکثریت شیعوں کو علی الاطلاق کافر کہنے کے بجائے، یہ کہتی آئی ہے کہ جو شیعہ ایسے کافرانہ عقائد رکھے، کافر ہے۔

اور یہی طریقہ بیشتر اکابر علمائے دیوبند کا رہا ہے۔

اور چونکہ جمہور علماء کے اس طریقے میں کوئی تبدیلی لانے کے لیے کافی دلائل محقق نہیں ہوئے، اس لیے دارالعلوم کراچی، مفتیِ اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ کے وقت سے اکابر کے اسی طریقے کے مطابق فتویٰ دیتا آیا ہے کہ جو شیعہ اِن کافرانہ عقائد کا قائل ہو، وہ کافر ہے، مگر علی الاطلاق ہر شیعہ کو خواہ اس کے عقائد کیسے بھی ہوں، کافر قرار دینے سے جمہور علمائے امت کے مسلک کے مطابق احتیاط کی ہے۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ شیعوں کی گمراہی میں کوئی شبہ ہے، جن شیعوں کو کافر قرار دینے سے احتیاط کی گئی ہے، بلاشبہ وہ بھی سخت ضلالت و گمراہی میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان گمراہیوں سے ہر مسلمان کی حفاظت فرمائیں۔ آمین۔

والسلام۔۱۴/۱/۱۴۱۲ھ

(فتاویٰ عثمانی، ج۱، ص۹۷، ۹۸، کتاب الایمان والعقائد، فصل فی الفرق والاحزاب الاسلامیۃ والباطلۃ والأشخاص المتعلقین بھا، مطبوعہ: مکتبہ معارف القرآن کراچی، سنِ طباعت: جولائی 2006ء)

چونکہ سلفی صاحب ایک ہی موقف کا بار بار اعادہ کرتے ہیں، اور ہماری طرف سے شروع میں بیان کردہ اصولی باتوں کو نظر انداز کرتے ہیں، اس لئے ہمیں بھی ان کا بار بار اعادہ کرنا پڑتا ہے۔

اب اگر سلفی صاحب، مفتیِ اعظم پاکستان، اور وفاق المدارس العربیہ، پاکستان کے موجودہ صدرِ

محترم کے اس فتوے کو تسلیم نہیں کرتے، جو چودہ سو سال میں علمائے اہلِ سنت کے اکثر و جمہور، اور بیشتر اکابر علمائے دیوبند قدس سرہم کا رہا ہے، اور اس کی تائید سلف وخلف کے انتہائی معتبر حوالہ جات وعبارات سے ہوتی ہے، تو وہ جانیں، اوران کا کام جانے، لیکن ایسی صورت میں ان کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ ان کے مقابلہ میں دیگر متاخرین اکابر کے موقف کی ترجیح دینے، یا ماننے پر ہمیں، یا کسی دوسرے کو اصرار، یا مجبور کریں، اس سلسلہ میں ہم سلفی صاحب کے اصرار وجبر، بلکہ ان کی خواہش کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ہرگز آمادہ نہیں، اور علم وتحقیق کی دنیا میں سلفی صاحب کی گیدڑ بھبکیوں کی نہ کوئی حیثیت ہے، نہ کوئی مقام۔

اس سلسلہ میں ہر ایک اس رائے کا مکلّف ہے، جس کو وہ عنداللہ درست وراجح سمجھتا ہو۔

اوراگر موصوف اس بات کو پہلے سمجھ جاتے، اور ضد چھوڑ دیتے، تو شاید یہاں تک نوبت ہی نہ پہنچتی۔

”علی ولی اللّٰہ“ وغیرہ کے اضافہ پر تکفیر کا حکم

مغالطہ: ......اس کے بعد اپنے مذکورہ تبصرہ میں ماہنامہ حق چار یار، فروری، ۲۰۲۳ء کے صفحہ نمبر ۳۵ پر سلفی صاحب نے کلمہ طیبہ میں اضافہ کی وجہِ تکفیر کا عنوان قائم کر کے اس کے ذیل میں حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ کے حوالہ سے دو عبارات کو نقل کیا ہے، جن میں سے پہلی عبارت میں حضرت موصوف نے شیعہ ورافضہ کی طرف سے کلمہ شہادت ”لاالٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ“ میں ”علی خلیفة بلا فصل“ کے اضافہ کو کلمۂ اسلام میں لفظی تبدیلی، اور ”دوسری عبارت میں ”علی ولی اللّٰہ“ کے اضافہ کو ولایت بمعنیٰ امامت قرار دیا ہے۔

جوابِ مغالطہ: ......ہم نے کہیں مذکورہ موقف کی نسبت حضرت قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ کی طرف کرنے کی نفی نہیں کی، بلکہ ہم دلائل کے لحاظ سے اس کے مقابلہ میں ان حضرات کے موقف کو راجح سمجھتے ہیں، جنہوں نے اس کو کفر کے بجائے، بدعت قرار دیا ہے۔

یہ ملحوظ رہنا ضروری ہے کہ جو حکم کلمہ کے طور پر مذکورہ کلمات کو کہنے کا ہے، وہی حکم اذان کی شکل میں ان کلمات کو اداء کرنے کا ہے، کیونکہ روافض اذان میں اسی چیز کی شہادت دیتے، اوراس کا اقرار کرتے ہیں، جس طرح سے اہلُ السنۃ کے یہاں اذان میں کلمۂ شہادت کی طرح ”اشھد ان لا

www.idaraghufran.org

اللہ الا اللہ ‘‘کے بعد’’ **اشھد ان محمدا رسول اللہ** ‘‘پر اکتفاء کیا جاتا ہے، اور روافض کے یہاں ان الفاظ پر مذکورہ بالا کلمات کا اضافہ کیا جاتا ہے۔

مفتیِ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے دارالعلوم دیوبند میں مفتی ہونے کے زمانہ میں، ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا کہ:

’’جب کہ یہ مسجد قدیم سے اہلِ سنت والجماعت کی ہے، تو روافض کو اس میں اپنے طریق پر اذان کہنے کا کوئی حق نہیں، اہلِ سنت ان کو اس سے روکیں، لیکن جھگڑا فساد نہ کریں، اور اگر وہ باز نہ آئیں، تو اپنی اذان جدا کہا کریں، کیونکہ روافض کی اذان خلافِ سنت ہے، وہ کافی نہیں ہے‘‘۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

دارالعلوم دیوبند۔ ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۰ھ۔ (فتوی نمبر ۱/۲۸۷)

(امداد المفتیین جامع، جلد ۳، صفحہ نمبر ۸۳، ۸۴، بعنوان: اہلِ سنت کی مساجد میں رافضی کا اذان دینا درست نہیں، کتاب الصلاۃ، باب الاذان والاقامۃ، فصل فی صفۃ الاذان واحکامہ، مطبوعۃ: ادارۃ المعارف کراچی، تاریخِ طبع: 2020ء)

مذکورہ فتوے میں روافض کو اپنے طریق پر اذان کہنے کو خلافِ سنت ہونے کی وجہ سے ناکافی قرار دیا گیا ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ روافض اپنی اذان میں وہی کلمات اداء کرتے ہیں، جو کلمہ میں اداء کرتے ہیں، اگر یہ کلمات کفر ہوتے، تو خلافِ سنت کے بجائے، کفر قرار دیا جاتا، اور اس اذان کی ہرگز اجازت نہ دی جاتی، بلکہ مسجد میں داخلہ سے بھی منع کیا جاتا۔

دارُالعلوم دیوبند کے سابق مفتی، مولانا مفتی نظام الدین اعظمی صاحب کے ’’نظامُ الفتاویٰ‘‘ میں موجود ایک سوال وجواب درجِ ذیل طریقے پر ہے:

سوال:...... ہم لوگ اپنے گاؤں کی مسجد میں ہمیشہ اذان دیتے رہے ہیں، اور نماز پڑھتے رہے ہیں (واضح ہو کہ ہم لوگ اہلِ سنت والجماعت کے مقلد ہیں) اس کے بعد شیعہ صاحبان اپنی نماز ادا کرتے آئے ہیں، مگر اذان شیعوں نے کبھی نہیں دی ہے، بلکہ

اذان ہم لوگ ہی دیتے آئے ہیں، اب چندروز سے ایک شیعہ شرارت کرتا ہے کہ اذان خود کہہ دیتا ہے، جس میں حسبِ ذیل الفاظ پڑھتا ہے:

اَشْهَدُ اَنَّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ و إمام المتقين عليٌّ وَلِيُّ الله.

وَصِيّ رسول الله صلى الله عليه وسلم خليفةٌ بِلا فصلٍ.

ایک صاحب سنی یہ کہتے ہیں کہ اس اذان میں تبرا ہے، اور یہ لوگ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کافر کہتے ہیں، سیدنا حضرت ابو بکر صدیق، اور حضرت عمر فاروق، ان حضرات کو غاصب قرار دیتے ہیں۔

جب شیعوں سے ہم اس کلمہ کے کہنے کو منع کرتے ہیں، تو شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ تم سنی حضرات بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آخری کہتے ہو، اور ہم ان کو اوّل مانتے ہیں، تو اس میں تبرا کہاں ہے؟

اس لیے آپ وضاحت سے فرمادیں کہ ان الفاظ میں تبرا ہے، یا نہیں؟ اگر تبرا ہے، تو کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ اور اس طرح اذان کہنے والا شیعہ اثنا عشریہ صرف شیعہ ہے، یا نہیں؟ اور کافر ہوتا ہے، یا نہیں؟ اور اس کا خوردونوش وذبیحہ جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: ...... خلیفہ بلافصل کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے براہِ راست حضرت علی مستحقِ خلافت تھے، مگر ان حضرات نے خلافت کو غصب کرلیا، چنانچہ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق، اور حضرت عمر فاروق، اور حضرت عثمان غنی اور ان کی موافقت کرنے والے تمام صحابہ نے حقِ خلافتِ علی غصب کرلیا اور سب غاصب ہیں، اور حضرت علی اور ان کے موافقین ڈر کے مارے خاموش رہے۔

اور اسی جگہ سے تقیہ کی بنیاد ان میں پڑتی ہے، اور جب پوچھو، وہ تقیہ کرجاتے ہیں، اور اپنا صحیح عقیدہ چھپالیتے ہیں، اور اس چھپانے کو جزوِ ایمان اپنا سمجھتے ہیں، ان حضرات کو غاصب کہنا، یا حضرت علی اور ان کے موافقین کو ڈرپوک بنانا، نعوذ باللہ منها، مہذب گالی اور سخت گناہ ہے، اور یہ ان کا تبرا کا ادنیٰ درجہ ہے۔

عقل کے کورے اپنے اس عقیدۂ بلافصل میں حضرت علی کی بھی توہین کر گئے، اور خبر بھی نہیں ہوئی، اس لیے ایسی اذان دینے کی ہرگز اجازت شرعاً نہیں ہوسکتی، اور نہ اجازت دینی چاہیے، قطعاً روک دینا ضروری ہے، اور اذان چوں کہ شعار اور پہچان ہوتی ہے، اور یہ اذان شیعوں کا شعار ہے، اس کے ذریعہ وہ اپنے مذہب و دین کی ترویج کرنا چاہتے ہیں، اس لیے بھی قطعاً یہ اذان روک دینا ضروری ہے۔ سنیوں پر خود ضروری ہے کہ وہ اہلِ سنت والجماعت کی اذان کا انتظام کر کے ان کو اس کا موقع ہی نہ دیں۔

البتہ کافر کہنے میں جو کہ انتہائی احتیاط کا حکم ہے، اس کے لیے جب تک دلیلِ شرع سے یہ ثابت نہ ہو جائے کہ اس شیعہ کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ نعوذ باللہ حضرت جبرئیل سے غلطی ہوئی کہ وحی لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے گئے، یا اسی قسم کا اور کوئی کفری عقیدہ ثابت نہ ہو جائے، کافر نہ کہا جائے گا، مثلاً اگر قرآن پاک میں کسی تحریف کا عقیدہ ان کا ثابت ہو جائے، جیسے یہ عقیدہ ہو کہ قرآن پاک چالیس پارے تھا، دس پارہ سنیوں نے چھپا دیا وغیرہ، تو یہ بھی کفری عقیدہ ہے، ایسے عقیدہ والوں کے بھی کفر میں شبہ نہ ہوگا۔ یہ شیعہ اپنے عقیدے چھپائے رکھتے ہیں، زبان سے ظاہر نہیں کرتے، بلکہ ان کے عمل سے ظاہر ہوتا ہے، اس لیے ان سے بہت احتیاط رکھنا واجب ہے۔

فقط واللہ اعلم

کتبہٗ الاحقر محمد نظام الدین، ۱۸/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید (نائب مفتی: دارالعلوم دیوبند)

الجواب صحیح: محمود (مفتی: دارالعلوم دیوبند)

(نظام الفتاویٰ، ترتیب جدید، جلد ا، ص ۲۳۰، کتاب الایمان والعقائد، بعنوان ''حضرت علی کے خلیفہ بلافصل ہونے کا عقیدہ شیعوں کا عقیدہ ہے'' مُرتّب: مولانا محمد عیاض صاحب، ناشر: تاج کمپیوٹر اینڈ پبلشنگ ہاؤس، دیوبند، سنِ طباعت: مارچ ۲۰۰۱ء)

اور فتاویٰ مفتی محمود میں ایک سوال وجواب درجِ ذیل ہے:

﴿س﴾کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص کلمہ طیبہ شریف، یعنی''لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ''میں زیادتی کرے، یعنی''علیٌ وَلِیُّ اللہ.وَصِیّ رسول اللہ ''وغیرہ کلمات بڑھائے، ایسا شخص مسلمان ہے، یا کہ کافر ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں فتویٰ جاری فرمادیں۔

﴿ج﴾ایسا شخص گمراہ اور بے دین ہے، توبہ اور استغفار اس پر لازم ہے، اور کافر نہیں۔

فقط (فتاویٰ مفتی محمود، ج۱ص۲۴۶، کتاب العقائد، بعنوان''کلمہ طیبہ میں اضافہ کرنے والے کا حکم''جمعیت پبلیکشنز، لاہور، اشاعتِ پنجم جدید، جنوری ۲۰۱۱ء)

سعودی عرب کے سابق مفتیِ اعظم شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز (المتوفی 1420ھ) نے بھی اپنے کئی فتاویٰ میں''علی ولی اللہ''کے اضافہ کو بدعت سے تعبیر کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو:فتاوی نور علی الدرب، ج۳،ص۸،وج۶،ص ۳۱۴وص ۳۹۹،وص ۴۰۰)

اور بعض دیگر حضرات نے بھی اسی طرح کا حکم بیان کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو:شرح المحرر فی الحدیث، ج۵،ص ۲۲)　(جاری ہے............)

کیا آپ جانتے ہیں؟ مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

سات زمینوں کی مخصوص روایت اور متن پر کلام (دوسری وآخری قسط)

سات زمینوں کی احادیث کا حوالہ

یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیے کہ سات زمینوں کا ذکر تو دوسری معتبر احادیث میں آیا ہے۔

چنانچہ معتبر احادیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ جو شخص کسی کی زمین کا کچھ حصہ ناحق ہڑپ کر لے، تو اس کو قیامت کے دن ساتوں زمینوں میں دھنسایا جائے گا۔ [1]

اور بعض روایات میں یہ ہے کہ جو شخص کسی کی زمین ایک بالشت کے برابر ناحق دبالے، تو اس کو قیامت کے دن اللہ ساتوں زمینوں کا طوق بنا کر ڈالے گا۔ [2]

---

[1] عن سالم، عن أبيه رضى الله عنه قال :قال النبى صلى الله عليه وسلم :من أخذ من الأرض شيئا بغير حقه خسف به يوم القيامة إلى سبع أرضين(صحيح البخارى،رقم الحديث ۲۴۵۴)

[2] سعيد بن زيد رضى الله عنه، قال :سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :من ظلم من الأرض شيئا طوقه من سبع أرضين(صحيح البخارى،رقم الحديث ۲۴۵۲)

عن يحيى بن أبى كثير، قال :حدثنى محمد بن إبراهيم، أن أبا سلمة، حدثه أنه، كانت بينه وبين أناس خصومة فذكر لعائشة رضى الله عنها، فقالت :يا أبا سلمة اجتنب الأرض، فإن النبى صلى الله عليه وسلم قال :من ظلم قيد شبر من الأرض طوقه من سبع أرضين(صحيح البخارى،رقم الحديث ۲۴۵۳)

عن أبى هريرة، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :لا يأخذ أحد شبرا من الأرض بغير حقه، إلا طوقه الله إلى سبع أرضين يوم القيامة(صحيح مسلم،رقم الحديث ۱۴۱، ۱۶۱۱)

عن أبى مالك الأشجعى، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال " :أعظم الغلول عند الله ذراع من الأرض، تجدون الرجلين جارين فى الأرض أو فى الدار، فيقتطع أحدهما من حظ صاحبه ذراعا، فإذا اقتطعه طوقه من سبع أرضين إلى يوم القيامة(مسند احمد ،رقم الحديث ۱۷۴۹۹)

قال شعيب الأرنؤوط :إسناده حسن من أجل عبد الله بن محمد :وهو ابن عقيل(حاشية مسند احمد)

عن أيمن بن ثابت عن يعلى بن مرة، قال :سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول " :أيما رجل ظلم شبرا من الأرض، كلفه الله أن يحفره حتى يبلغ سبع أرضين، ثم يطوقه يوم القيامة حتى يفصل بين الناس(صحيح ابن حبان،رقم الحديث ۵۱۶۴)

قال شعيب الأرنؤوط :حديث صحيح(حاشية صحيح ابن حبان)

www.idaraghufran.org

جن سے بظاہر اس بات کی طرف رجحان ہوتا ہے کہ بقیہ چھ زمینیں ہماری اس زمین کے تابع ہیں، ورنہ دوسری زمینوں پر دوسرے مکلّف انسانوں کے موجود ہونے کی صورت میں اس زمین کا حصہ دبانے پر ان دوسری زمینوں میں دھنسانے اور ان کا طوق بنانے کا عذاب دیا جانا بظاہر مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ [1]

اسی طرح ایک حدیث میں اسی ہماری زمین پر ''ارضون''یعنی جمع کے صیغہ کا اطلاق کیا گیا ہے، چنانچہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :سَتُفْتَحُ عَلَيْكُمْ أَرَضُونَ(مسلم،رقم الحديث١٩١٨،١٦٨)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عنقریب تم پر زمینوں کو فتح کیا جائے گا (مسلم)

اور کسی دوسری معتبر حدیث میں ہر زمین میں یہاں کی طرح کے انبیاء ہونے کا ذکر نہیں آیا۔

البتہ بعض روایات میں دوسری تفاصیل آئی ہیں، لیکن ان کی سندوں پر بھی کلام ہے۔

چنانچہ سنن ترمذی کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ایک زمین کے نیچے دوسری اور دوسری کے نیچے تیسری اور اسی طرح سات زمینوں کے ایک دوسرے کے نیچے ہونے، اور ہر زمین و آسمان کے درمیان پانچ سو برس کی مسافت کا فاصلہ ہونے کا ذکر آیا ہے، لیکن یہ حدیث سند کے اعتبار سے کمزور ہے، خود امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد اس کو غریب کہا ہے، اور اس روایت میں بعض دوسری کمزوری کی وجوہات کا بھی ذکر کیا ہے۔ [2]

---

[1] قوله :(طوقه من سبع أرضين) فيطوق بقدر ما غصبه من ذلك الأرض، ويطوق من الستة الباقية مثل ذلك أيضا .وفيه دليل على أن الأصل هو هذه الأرض، والباقية تابعة لها(فيض البارى على صحيح البخارى، ج٣،ص٢٠٨،كتاب المظالم،باب إثم من ظلم شيئا من الأرض)

[2] عن أبي هريرة، قال :بينما نبي الله صلى الله عليه وسلم جالس وأصحابه إذ أتى عليهم سحاب، فقال نبي الله صلى الله عليه وسلم :هل تدرون ما هذا؟ فقالوا :الله ورسوله أعلم .قال :هذا العنان هذه روايا الأرض يسوقه الله تبارك وتعالى إلى قوم لا يشكرونه ولا يدعونه ثم قال :هل تدرون ما فوقكم؟ قالوا :الله ورسوله أعلم .قال :فإنها الرقيع، سقف محفوظ، وموج مكفوف، ثم قال :هل تدرون كم بينكم وبينها؟

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس طرح کی حدیث ایک دوسری سند سے بھی مروی ہے، لیکن وہ بھی مذکورہ حدیث کی طرح سند کے اعتبار سے اس قابل نہیں کہ اس پر اطمینان حاصل کیا جاسکے۔ لے

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

قالوا :الله ورسوله أعلم .قال :بينكم وبينها مسيرة خمس مائة سنة .ثم قال :هل تدرون ما فوق ذلك؟ قالوا :الله ورسوله أعلم .قال :فإن فوق ذلك سماء ين، ما بينهما مسيرة خمسمائة عام حتى عد سبع سماوات، ما بين كل سماء ين ما بين السماء والأرض، ثم قال :هل تدرون ما فوق ذلك؟ قالوا :الله ورسوله أعلم .قال :فإن فوق ذلك العرش وبينه وبين السماء بعد ما بين السماء ين .ثم قال :هل تدرون ما الذى تحتكم؟ قالوا :الله ورسوله أعلم .قال :فإنها الأرض .ثم قال :هل تدرون ما الذى تحت ذلك؟ قالوا :الله ورسوله أعلم .قال :فإن تحتها أرضا أخرى، بينهما مسيرة خمس مائة سنة حتى عد سبع أرضين، بين كل أرضين مسيرة خمس مائة سنة .ثم قال :والذى نفس محمد بيده لو أنكم دليتم بحبل إلى الأرض السفلى لهبط على الله .ثم قرأ (هو الأول والآخر والظاهر والباطن وهو بكل شيء عليم) (الحديد :) .هذا حديث غريب من هذا الوجه .ويروى عن أيوب، ويونس بن عبيد، وعلى بن زيد، قالوا :لم يسمع الحسن من أبى هريرة، وفسر بعض أهل العلم هذا الحديث، فقالوا :إنما هبط على علم الله وقدرته وسلطانه .علم الله وقدرته وسلطانه فى كل مكان، وهو على العرش كما وصف فى كتابه(سنن ترمذى،رقم الحديث۳۲۹۸)

لے قال أبو حذيفة، نبيل بن منصور بن يعقوب بن سلطان البصارة :

وأما حديث أبى ذر فأخرجه إسحاق فى "مسنده "(المطالب - 3448الإتحاف 7538) عن أبى معاوية محمد بن خازم الكوفى.وأخرجه محمد بن عثمان بن أبى شيبة فى "كتاب العرش " 17)) وأبو الشيخ فى "العظمة199) ") والبيهقى فى "الأسماء "(ص 506) والجورقانى فى "الأباطيل63) ") وابن الجوزى فى "العلل7) ") والذهبى فى "تذكرة الحفاظ748 /2) ") من طرق عن أبى معاوية محمد بن خازم الكوفى ثنا الأعمش عن أبى نصر عن أبى ذر مرفوعا "ما بين السماء والأرض مسيرة خمسمائة عام، وما بين السماء إلى التى تليها مسيرة خمسمائة عام، كذلك إلى السماء السابعة، والأرضين مثل ذلك، وما بين السماء السابعة إلى العرش مثل جميع ذلك، ولو حفرتم لصاحبكم فيها لوجدتموه، يعنى :علمه.

وفى رواية لبعضهم "غلظ كل سماء خمسمائة سنة"وفى لفظ "وغلظ السماء الدنيا مسيرة خمسمائة سنة."قال البيهقى :منقطع"وقال ابن الجوزى :هذا حديث منكر، والأعمش يروى عن الضعفاء ويدلس "وقال الجورقانى :هذا حديث منكر"وقال الذهبى :أبو نصر لا يعرف، والخبر منكر"

قلت :واختلف فيه على الأعمش، فرواه محاضر بن مورع عنه عن عمرو بن مرة عن أبى نصر عن أبى ذر.أخرجه البزار (كشف 2087) وأبو الشيخ (200)) والجورقانى 64)) من طرق عن محاضر به.وقال البزار :لا نعلمه يروى عن أبى ذر إلا بهذا الإسناد، وأبو نصر أحسبه حميد بن هلال، ولم يسمع من أبى ذر"وقال الذهبى :أبو نصر مجهول، والخبر منكر "العلو ص 89.

وقال فى "الميزان :"أبو نصر عن أبى ذر لا يدرى من هو "وقال ابن كثير :فى إسناده نظر، وفى متنه غرابة ونكارة "التفسير 303 /4وقال فى "البداية :(21 /1) "لا يصح إسناده "(أَنِيسُ السَّارى فى تخريج وَتحقيق الأحاديث التى فى فَتح البَارى، ج۳،ص۱۷۹۳،حرف الهمزة)

عطاء بن یسار سے حضرت ''کعب کی'' ایک موقوف روایت مروی ہے،جس میں سات زمینوں کا ذکر ہے،اوراس روایت میں ہرزمین کا دوسری زمین سے فاصلہ اتنا بتلایا گیا ہے،جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان کے درمیان میں ہے،اور ہرزمین کی کثافت کے آسمان کی کثافت جیسا ہونے کا بھی ذکر ہے،لیکن ایک تو یہ روایت موقوف ہے۔ [1]

دوسرے اس کی سند میں بھی بعض راویوں پر کلام ہے،اورحضرت کعب کا اسرائیلی روایات کونقل کرنا معروف ہے،جن کی تصدیق،یا تکذیب کرنے میں تامل ہے۔ [2]

اور جہاں تک کہ سورہ طلاق کی آیت میں زمین کے سات آسمانوں کے مثل ہونے کا تعلق ہے،تو یہ مثلیت دوسری صفات میں مماثلت کوتسلیم کئے بغیر،محض سات کے عدد پر بھی صادق آجاتی ہے،جیسا کہ بعض محققین نے تصریح کی ہے۔ [3]

اور جو بات قرآن ومعتبرسنت سے ثابت نہ ہو،اوراس پر اجماع بھی نہ ہو،صرف کسی صحابی کا قول ہو،اوراس کا تعلق اجتہاد سے ہو،تو بہت سے فقہاء کے نزدیک وہ حجت نہیں ہوا کرتا،اور بعض کے

---

[1] حدثنا الوليد بن أبان ، حدثنا يعقوب بن سفيان ، حدثنا أبو صالح ، حدثنى الليث ، حدثنى خالد بن يزيد ، عن سعيد بن أبى هلال ، أن زيد بن أسلم ، حدثه عن عطاء بن يسار ، أنه قال :أتى كعبا -يعنى رجل -، وهو فى نفر ، فقال :يا أبا إسحاق ، حدثنى عن الجبار تبارک وتعالى ، فأعظم القوم ، فقال كعب : دعوا الرجل ، فإنه إن كان جاهلا لتعلم ، وإن كان عالما ازداد علما ، ثم قال كعب : أخبرک أن الله تعالى خلق سبع سماوات ، ومن الأرض مثلهن ، ثم جعل تبارک وتعالى ما بين كل سماء ين كما بين السماء الدنيا والأرض ، وجعل كثفها مثل ذلک ، ثم رفع العرش فاستوى عليه ، فما من السماوات سماء إلا لها أطيط كأطيط الرحل العلافى أول ما يرتحل من ثقل الجبار تبارک وتعالى فوقهن قال أبو صالح :العلافى :الجديد يريد (العظمة،لأبى الشيخ الأصبهانى،رقم الحديث ٢٣٠،باب الأمر بالتفكر فى آيات الله عز وجل وقدرته وملكه وسلطانه وعظمته ووحدانيته،ذكر عرش الرب تبارک وتعالى وكرسيه ، وعظم خلقهما ، وعلو الرب تبارک وتعالى فوق عرشه)

[2] فهذا موقوف على كعب الأحبار، وهو يحكى عن الكتب المتقدمة المشتملة على أخبار بنى إسرائيل وفيها الغث والسمين(تفسير ابن كثير، ج٢،ص ٢٢٤،سورة النساء)

[3] وَالْأَشْيَاءُ قَدْ تُشَبَّهُ بِالْأَشْيَاءِ لِشَبَهِهَا إِيَّاهَا فِي مَعْنًى وَإِنْ كَانَتْ لَا تُشْبِهُهَا فِي خِلَافِهِ ,كَمِثْلِ قَوْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ :(اللهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ) (الطلاق :) لَيْسَ أَنَّهُنَّ مِثْلُهُنَّ فِي أَنَّهُنَّ سَمَاوَاتٌ , وَلَكِنَّهُنَّ أَرْضُونَ عَدَدُهُنَّ كَعَدَدِ السَّمَاوَاتِ ,فَكُنَّ مِثْلًا لَهُنَّ فِي الْعَدَدِ لَا فِيمَا سِوَاهُ(شرح مشكل الآثار، ج٥، ص ١٢١،باب بيان مشكل ما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من قوله لعلى رضى الله عنه: إن لک كنزا فى الجنة،وإنک ذو قرنيها،فلا تتبع النظرة النظرة،فإنما لک الأولى وليست لک الآخرة)

www.idaraghufran.org

نزدیک اس وقت حجت ہوا کرتا ہے، جب خلافِ قیاس ہو، جبکہ بعض حضرات کے نزدیک اس میں کچھ تفصیل ہے۔ ل

''تفسیر معارفُ القرآن عثمانی'' کا حوالہ

''تفسیر معارف القرآن عثمانی'' میں ہے:

اتنی بات تو واضح طور پر ثابت ہے کہ جس طرح آسمان سات ہیں، ایسی ہی زمینیں بھی سات ہیں۔ پھر یہ سات زمینیں کہاں کہاں اور کس وضع وصورت میں ہیں؟ اوپر نیچے

ل لا خلاف بين الأصوليين فى أن قول الصحابى فى مسائل الاجتهاد ليس بحجة على صحابى آخر، مجتهدا كان أو إماما، أو حاكما أو مفتيا، وإنما الخلاف المشهور فى حجيته على التابعين ومن بعدهم من المجتهدين، وفيه أقوال: الأول :أنه ليس بحجة مطلقا كغيره من المجتهدين، وهو قول الشافعى فى الجديد، وإليه ذهب جمهور الأصوليين من الشافعية ويومء إليه أحمد، واختاره أبو الخطاب من أصحابه، وقال عبد الوهاب من المالكية :إنه الصحيح الذى يقتضيه مذهب مالك؛ لأنه نص على وجوب الاجتهاد واتباع ما يؤديه إليه صحيح النظر، فقال :ليس فى اختلاف الصحابة سعة، إنما هو :خطأ أو صواب .الثانى :أنه حجة شرعية مقدمة على القياس وإليه ذهب أكثر الحنفية، ونقل عن مالك وهو القول القديم للشافعى، وقال أبو سعيد البردعى :تقليد الصحابى واجب، يترك به القياس، وأدركنا مشايخنا عليه، وقال محمد بن الحسن : ليس عن أصحابنا المتقدمين مذهب ثابت، والمروى عن أبى حنيفة :إذا اجتمعت الصحابة سلمنا لهم، وإذا جاء التابعون زاحمناهم -؛ لأنه كان منهم -فلا يثبت لهم بدون إجماع .الثالث :أنه حجة إذا انضم إليه القياس، فيقدم حينئذ على قياس ليس معه قول صحابى، وهو ظاهر قول الشافعى الجديد، ونص على ذلك فى الرسالة .وقال :وأقوال أصحاب النبى عليه السلام إذا تفرقوا نصير منها إلى ما وافق الكتاب، أو السنة أو الإجماع، أو كان أصح فى القياس .وإذا قال واحد منهم القول لا يحفظ عن غيره منهم له موافقة ولا خلافا صرت إلى اتباع قول واحدهم .إذا لم أجد كتابا، ولا سنة ولا إجماعا ولا شيئا يحكم بحكمه أو وجد معه قياس . الرابع :أنه حجة إذا خالف القياس؛ لأنه لا محمل لمخالفته إلا بالتوقيف، فيعلم أنه ما قاله إلا توقيفا، وقال ابن برهان فى الوجيز :وهذا هو الحق المبين، قال :ومسائل أبى حنيفة والشافعى تدل عليه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۴، ص۸۲، مادة"قول")

(حكم قول الصحابى إذا خالف القياس)فإن قيل :فما تقولون فى قوله إذا خالف القياس؟ قيل :من يقول بأن قوله ليس بحجة فلهم قولان فيما إذا خالف القياس.

أحدهما :أنه أولى أن لا يكون حجة؛ لأنه قد خالف حجة شرعية، وهو ليس بحجة فى نفسه، والثانى :أنه حجة فى هذه الحال، ويحمل على أنه قاله توقيفا، ويكون بمنزلة المرسل الذى عمل به مرسله.

وأما من يقول إنه حجة فلهم أيضا قولان، أحدهما :أنه حجة، وإن خالف القياس، بل هو مقدم على القياس، والنص مقدم عليه، فترتب الأدلة عندهم :القرآن، ثم السنة، ثم قول الصحابة، ثم القياس، والثانى :ليس بحجة؛ لأنه قد خالفه دليل شرعى، وهو القياس؛ فإنه لا يكون حجة إلا عند عدم المعارض، والأولون يقولون :قول الصحابى أقوى من المعارض الذى خالفه من القياس؛ لوجوه عديدة، والأخذ بأقوى الدليلين متعين(إعلام الموقعين عن رب العالمين،لابنِ قيم الجوزية، ج۴، ص۱۱۹، قول الصحابى إذا خالف القياس)

www.idaraghufran.org

طبقات کی صورت میں تہ بر تہ ہیں؟ یا ہر ایک زمین کا مقام الگ الگ ہے؟ اگر اوپر نیچے طبقات ہیں؟ تو کیا جس طرح سات آسمانوں میں ہر دو آسمان کے درمیان بڑا فاصلہ ہے؟ اور ہر آسمان میں الگ الگ فرشتے آباد ہیں؟ اسی طرح ایک زمین اور دوسری زمین کے درمیان بھی فاصلہ اور ہوا فضا وغیرہ ہیں؟ اور اس میں کوئی مخلوق آباد ہے؟ یا یہ طبقات زمین ایک دوسرے سے پیوستہ ہیں؟ قرآن مجید اس سے ساکت ہے اور روایاتِ حدیث جو اس بارے میں آئی ہیں، ان میں اکثر احادیث میں ائمۂ حدیث کا اختلاف ہے، بعض نے ان کو صحیح و ثابت قرار دیا ہے، بعض نے موضوع و منگھڑت تک کہہ دیا ہے (جن میں سے اکثر پر کلام پہلے گذر چکا ہے۔ ناقل) اور عقلاً یہ سب صورتیں ممکن ہیں، اور ہماری کوئی دینی، یا دنیوی ضرورت اس کی تحقیق پر موقوف نہیں، نہ ہم سے قبر میں، یا حشر میں اس کا سوال ہوگا کہ ہم ان سات زمینوں کی وضع وصورت اور محلِ وقوع اور اس میں بسنے والی مخلوقات کی تحقیق کریں، اس لئے اَسلَم صورت یہ ہے کہ بس اس پر ایمان لائیں اور یقین کریں کہ زمینیں بھی آسمانوں کی طرح سات ہی ہیں، اور سب کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے پیدا فرمایا ہے۔

اتنی ہی بات قرآن نے بیان کی ہے، جس کو قرآن نے بیان کرنا ضروری نہیں سمجھا، ہم بھی اس کی فکر و تحقیق میں کیوں پڑیں، حضراتِ سلف صالحین کا ایسی صورتوں میں یہی طرزِ عمل رہا ہے، انہوں نے فرمایا ہے" ابھموا ماابھمہ اللہ "یعنی" جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے مبہم چھوڑا ہے، تم بھی اسے مبہم رہنے دو" جبکہ اس میں تمہارے لئے کوئی عملی حکم نہیں، اور تمہاری کوئی دینی، یا دنیوی ضرورت اس سے متعلق نہیں (معارف القرآن، ج۸، ص۴۹۴و۴۹۵، سورہ طلاق، مطبوعہ: ادارۃ المعارف، کراچی)

تاہم بعض حضرات ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق، سات زمینوں کے ہونے کے قائل ہیں، جن میں نبیوں کے وجود کے بھی قائل ہیں، لیکن وہ اس کی کیفیت کی تعیین نہیں کرتے، اور اس عقیدہ کو قطعی بھی نہیں کہتے، جس کا انکار کفر ہو۔

علامہ عبدالحئ لکھنوی کا یہی موقف ہے، جس پر ان کا مستقل رسالہ بھی عربی زبان میں موجود

www.idaraghufran.org

ہے، جس کو ہم نے ملاحظہ کیا، لیکن ہمیں اس پر شرح صدر حاصل نہ ہوسکا۔

خلاصۂ جواب

مذکورہ تمام تر تفصیل کے بعد جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مرفوع حدیث'' کا درجہ نہیں رکھتی، اور اس بات کا امکان ہے کہ انہوں نے اسرائیلی روایت سے اس کو لیا ہو، یا خود سے اجتہاد کیا ہو، جس کی اتباع واجب نہیں، اور جب اس اہم مسئلہ کی قرآن مجید اور صحیح حدیث سے تائید نہیں ہوتی، اور اس کے مضمون کو شاذ قرار دیا گیا ہے، تو اس روایت میں مذکور مفہوم کی تشریح کے درپے ہونے کی بھی ضرورت نہیں، نہ ہی اس مفہوم پر ایمان لانا ضروری ہے۔ فقط

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان خان مورخہ: 20 / ربیع الاول / 1445ہجری۔ 07 / ستمبر / 2023ء، بروز ہفتہ

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

www.idaraghufran.org

عبرت کدہ — حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام: قسط 95 — مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَ بْصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت موسیٰ اور قارون (پہلا حصہ)

حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام، اللہ تعالیٰ کے دو برگزیدہ رسول تھے، جن کا مقابلہ فرعون اور قارون سے تھا، اول الذکر (یعنی فرعون) صاحبِ اقتدار اور فرمانروائے سلطنت تھا، اور دوسرا (یعنی قارون) دولت وثروت کے خزانوں کی کنجیوں کا مالک تھا، اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے دونوں متکبروں، اور مفسدوں کو اپنی بارگاہ کے دو درویشوں کے ہاتھ سے ایسا تباہ اور برباد کیا کہ نے دیکھ لیا کہ دنیا کا جاہ وجلال اور دنیا کا مال ومتاع سب ہیچ ہے، اصل چیز آخرت کی لازوال نعمتیں ہیں۔

پہلا متکبر اور مغرور جو سلطنت کے نشہ میں چور تھا یعنی فرعون، وہ ''قبطی'' تھا، اور دوسرا مغرور جو مال و دولت کے نشہ میں چور تھا یعنی قارون، وہ ''سبطی'' تھا، حضرت موسیٰ کا چچازاد بھائی تھا، پہلا مغرور دریا میں غرق ہوا، اور دوسرا مغرور زمین میں دھنسایا گیا، گویا کہ فرعون کا غرق ہونا حضرت موسیٰ کا ''بحری'' معجزہ تھا، اور قارون کا ''خسف'' حضرت موسیٰ کا ''بری'' معجزہ تھا۔

فرعون نے سلطنت کے زعم میں قبولِ ہدایت سے انحراف کیا، اور قارون نے مال و دولت کے نشہ میں اتباعِ ہدایت سے گریز کیا، چنانچہ دونوں کا انجام بڑا دردناک ہوا، اللہ کے قہر اور عذاب سے نہ سلطنت بچاسکتی ہے، اور نہ مال ودولت۔

فرعون کے متعلق تو تفصیلات پہلے گزر چکی ہیں، اب قرآن وحدیث میں قارون کے متعلق جو کچھ ذکر ہوا ہے، اس کے بارے میں کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

قارون دراصل اسرائیلی تھا، لیکن فرعون کے ساتھ جاملا تھا، اور اس کا مقرب بن کر اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ حضرت موسیٰ کی دعوت کے مقابلے میں فرعون کے بعد، مخالفت کے جو دو سب سے بڑے

سرغنے تھے،ان میں سے ایک یہی قارون تھا۔ [1]

قارون اس کے متعلق اتنی بات تو خودقرآن مجید کے الفاظ سے ثابت ہے کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برادری بنی اسرائیل ہی میں سے تھا۔ [2]

باقی یہ کہ اس کا رشتہ حضرت موسیٰ سے کیا تھا،اس میں مختلف اقوال ہیں۔ [3]

---

[1] چنانچہ سورہ مومن میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے کہ:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ، اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ (سورة المومن، رقم الآيات ٢٣، ٢٣)

یعنی''ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں اور کھلی دلیل کے ساتھ فرعون اور ہامان اور قارون کی طرف بھیجا،مگر انہوں نے کہا کہ یہ ایک جادوگر ہے سخت جھوٹا''۔

اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ قارون اپنی قوم سے باغی ہوکر اس دشمن طاقت کا پٹھو بن گیا تھا جو بنی اسرائیل کو جڑ بنیاد سے ختم کردینے پر تلی ہوئی تھی،اوراس قوم کی غداری کی بدولت اس نے فرعونی سلطنت میں یہ مرتبہ حاصل کرلیا تھا کہ حضرت موسیٰ فرعون کے علاوہ مصر کی جن دوبڑی ہستیوں کی طرف بھیجے گئے تھے،وہ دو ہی تھیں،ایک فرعون کا وزیر ہامان،اور دوسرا یہ اسرائیلی سیٹھ،باقی سب اعیان سلطنت اور درباری ان سے کم تر درجے میں تھے جن کا خاص طور پر نام لینے کی ضرورت نہ تھی،قارون کی یہی حالت سورہ عنکبوت میں بھی بیان کی گئی ہے۔چنانچہ ارشاد ہے کہ:

وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ (سورة العنكبوت، رقم الآية ٣٩)

یعنی''اور قارون،فرعون اور ہامان کو بھی ہم نے ہلاک کیا،موسیٰ ان کے پاس روشن دلیلیں لے کر آئے تھے،مگر انہوں نے زمین میں تکبر سے کام لیا،اوروہ(ہم سے) جیت نہ سکے''۔

[2] ''قارون'' عجمی نام ہے،علیت اور عجمہ کی وجہ سے غیر منصرف ہے،وزن اس کا فاعول ہے،زجاج کہتے ہیں کہ اگر یہ لفظ عربی ہوتا،اور قرنت سے مشتق ہوتا تو منصرف ہوتا(کذا فی معارف القرآن ادریسی)

وقارون أعجمي: منع الصرف للعجمة والعلمية(البحر المحيط، ج٨ص ٣٢٣، سورة القصص)

ولم ينصرف للعجمة والتعريف .وما كان على وزن فاعول أعجميا لا يحسن فيه الألف واللام لم ينصرف في المعرفة وانصرف في النكرة، فإن حسنت فيه الألف واللام انصرف إن كان اسما لمذكر نحو طاوس وراقود .قال الزجاج: ولو كان قارون من قرنت الشيء لانصرف(تفسير القرطبي، ج١٣ص ٣١٠، سورة القصص)

[3] حضرت ابن عباس کی ایک روایت میں اس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی قرار دیا ہے،اس میں اور بھی اقوال ہیں۔

عن ابن عباس قال:"إن قارون كان من قوم موسى"قال: كان ابن عمه .وهكذا قال إبراهيم النخعي، وعبد الله بن الحارث بن نوفل، وسماك بن حرب، وقتادة، ومالك بن دينار، وابن جريج، وغيرهم: أنه كان ابن عم موسى، عليه السلام .قال ابن جريج: هو قارون بن يصهر بن قاهث، وموسى بن عمران بن قاهث.

وزعم محمد بن إسحاق بن يسار: أن قارون كان عم موسى ، عليه السلام.

قال ابن جرير:وأكثر أهل العلم على أنه كان ابن عمه، والله أعلم(تفسير ابنِ كثير، ج٦ص ٢٥٣، سورة القصص)

www.idaraghufran.org

بعض روایات کے مطابق قارون ''تورات'' کا حافظ تھا، اور دوسرے بنی اسرائیل سے زیادہ اس کو ''تورات'' یاد تھی، مگر سامری کی طرح منافق ثابت ہوا، اور اس کی منافقت کا سبب دنیا کے جاہ و عزت کی بیجا حرص تھی۔ ؎ (جاری ہے......)

؎ قال ابن إسحاق كان قارون عم موسى ع كان أخا عمران وهما ابنا يصهر بن قاهث ولم يكن في بني إسرائيل اقرأ للتورية من قارون ولكنه نافق كما نافق السامرى(التفسير المظهرى، ج٧ص ١٧٩، سورة القصص)

وقال قتادة بن دعامة: كنا نحدث أنه كان ابن عم موسى، وكان يسمى المنور لحسن صوته بالتوراة، ولكن عدو الله نافق كما نافق السامرى، فأهلكه البغى لكثرة ماله(تفسير ابن كثير، ج٦ ص ٢٥٣، سورة القصص)

بعض حضرات کے نزدیک قارون سرمایہ دار آدمی تھا، فرعون کی طرف سے بنی اسرائیل کی نگرانی پر مامور تھا، اس امارات کے عہدے میں اس نے بنی اسرائیل کو ستایا۔

وقال يحيى بن سلام وابن المسيب: كان قارون غنيا عاملا لفرعون على بني إسرائيل فتعدى عليهم وظلمهم وكان منهم(تفسير القرطبى، ج١٣ ص ٣١٠، سورة القصص)

وقال جلال الدين المحلى كان ابن عمه وابن خالته فبغى عليهم قيل كان عاملا لفرعون على بني إسرائيل فكان يبغي عليهم اى يظلمهم(التفسير المظهرى، ج٧ص ١٧٩، سورة القصص)

علمی و تحقیقی رسائل (جلد 21)

(1)...''عمل بالحدیث'' کا حکم

(2)...ایک غالیانہ تحریر کا علمی محاسبہ

مصنف: مفتی محمد رضوان خان

ناشر: ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان، فون: 051-5507270

www.idaraghufran.org

طب وصحت حکیم مفتی محمد ناصر

میتھی اوراس کے بیجوں کے فوائداورخواص

میتھی، جسے عربی میں حلبہ کہا جاتا ہے،نہایت مفید سبزی اوراس کے بیج بہت فائدہ مند ہیں،میتھی کے چھوٹے چھوٹے بیج سیاہ،سرخ اور براؤن رنگ کے ہوتے ہیں،ان بیجوں کا ذائقہ بدمزہ، تلخ اور تیز ہوتا ہے،میتھی کے بیجوں کی مقدارِخوراک 3 گرام سے 5 گرام تک ہے،میتھی اوراس کے بیجوں کا مزاج گرم خشک ہے،سردمزاج لوگوں کے لئے میتھی کے بیج یعنی میتھی دانہ تحفہ سے کم نہیں۔ میتھی کے پتوں کو پانی میں جوش دینے کے بعد اس کا جوشاندہ حلق اورسینہ کو نرم کرتا ہے،پھیپھڑے کی بیماریوں،سانس کی تنگی،کھانسی اور خشکی کو دُور کرتا ہے،اطباء کے نزدیک میتھی اوراس کے بیج ریاح، بلغم،اور بواسیر کے لئے نہایت مجرب ہیں،نیز میتھی کو اگر پانی میں جوش دے کر،اس کے پانی سے سردھویا جائے،تو بالوں کی خشکی دُور ہوتی ہے،میتھی دانوں کے خاص فوائد مندرجہ ذیل ہیں:

حلق میں دُکھن اور ورم کے لئے: میتھی کا جوشاندہ حلق کی سوزش، وَرم، دُکھن،سانس کی گھٹن کے لیے مفید ہے،نیز،کھانسی کی شدّت بھی کم کرتا ہے۔

ہاضمے کے لیے مفید: میتھی دانہ کے بیج استعمال کرنے سے آنتوں کی حرکت میں اضافہ ہوتا ہے،جس کی وجہ سے ہاضمہ کے مسائل میں کمی آتی ہے، نیز میتھی دانہ جسم سے نقصان دہ ٹاکسن کو نکالنے کے لیے بھی مفید ہے۔

ذیابیطس کے مرض میں مفید: تجربات کے بعد میتھی دانہ ذیابیطس کے مرض کو کنٹرول کرنے میں مددگار ثابت ہوا ہے،طبی تحقیقات میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ میتھی دانہ ذیابیطس کے لیے مفید ہے،ایک تحقیق کے مطابق ذیابیطس کے شکار مریضوں کو دوپہر اور رات کے کھانے کے بعد پچاس گرام میتھی دانہ کا سفوف استعمال کروایا گیا،دس دنوں بعد ان مریضوں کے بلڈ شوگر میں بہتری آئی اور جسم میں موجود نقصان دہ کولیسٹرول کی مقدار میں واضح کمی آئی۔

وزن کم کرنے میں مددگار: بڑھے ہوئے وزن کی وجہ سے بہت سی بیماریوں کا سامنا کرنا پڑتا

ہے، میتھی دانہ میں فائدہ مند فائبر پایا جاتا ہے، جس کی وجہ سے بھوک کی شدت میں کمی آتی ہے، اگر توازن اور باقاعدگی کے ساتھ میتھی دانہ استعمال کیا جائے، تو وزن میں کمی آنا شروع ہوجاتی ہے، اس مقصد کے لئے آدھا چمچ میتھی دانہ رات کو ایک گلاس پانی میں بھگو کر رکھ دیا جائے، اور صبح نہار منہ یہ پانی پی لیا جائے، تو مثبت نتائج سامنے آتے ہیں، اور جسم میں پانی کی کمی بھی واقع نہیں ہوتی۔

مردوں کی تولیدی صحت میں بہتری: میتھی دانہ سے بنے ہوائے سپلیمنٹس استعمال کرنے سے مَردوں میں ایک ٹیسٹوسٹیرون نامی ہارمون میں اضافہ ہوتا ہے، جو تولیدی صحت کے لیے ضروری سمجھا جاتا ہے، ایک طبی تحقیق کے مطابق مَردوں کو پانچ سو ملی گرام میتھی دانہ استعمال کروایا گیا، نتائج سے واضح ہوا کہ اس کو استعمال کرنے سے اس ہارمون کی سطح میں اضافہ ہوا اور اس کے ساتھ ساتھ چربی میں بھی کمی آئی، اس مقصد کے لئے آدھا چمچ میتھی دانہ رات کو ایک گلاس پانی میں بھگو کر رکھ دیا جائے، اور صبح نہار منہ یہ پانی پی لیا جائے، تو مثبت نتائج سامنے آئے ہیں۔

بالوں کی صحت کے لیے مفید: بعض اوقات بالوں کی جڑیں کمزور ہونے کی وجہ سے بال جھڑنا شروع ہوجاتے ہیں، اس مسئلے سے چھٹکارا پانے کے لیے میتھی کا سالن یا میتھی دانے کو باقاعدگی کے ساتھ استعمال کیا جاسکتا ہے۔

ماں کے دودھ میں اضافہ: بچوں کے لیے ماں کا دودھ بہترین غذا سمجھا جاتا ہے، مگر کچھ خواتین کو دودھ کی کمی کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے بچے کی صحت متاثر ہوتی ہے۔

ایسی ماؤں میں دودھ کی مقدار میں اضافہ کرنے کے لیے کچھ سپلیمنٹس بھی استعمال کروائے جاتے ہیں، ان سپلیمنٹس کے استعمال سے صحت پر مضر اثرات بھی ظاہر ہوسکتے ہیں، مگر طبی تحقیقات کے مطابق میتھی دانہ ان سپلیمنٹس کا بہترین قدرتی متبادل ہے، اس مقصد کے لئے دودھ میں سونف اور میتھی دانہ شامل کرکے دودھ کی کمی کی شکار ماؤں کو استعمال کروایا جائے تو دودھ کی مقدار میں اضافہ ہوتا ہے، جبکہ بچوں کی صحت میں بھی بہتری دیکھنے کو ملتی ہے۔

مثانہ کی کمزوری اور پیشاب کی زیادتی: بڑھتی عمر کے ساتھ ساتھ مَردوں اور خواتین کو پیشاب کی

﴿بقیہ صفحہ نمبر 61 پر ملاحظہ فرمائیں﴾

طب وصحت — مفتی محمد ناصر

ادارہ کے شب وروز

□......20 / ربیع الآخر، (مطابق 5 / نومبر 2023ء) بروز اتوار، ادارہ غفران کا سالانہ شورائی اجلاس، روات میں واقع ادارہ غفران کی شاخ میں منعقد ہوا، معزز اراکین کے سامنے مالیاتی گوشوارے اور آمد وخرچ کے حسابات پیش کیے گئے، تعلیمی شعبوں، دارالافتاء، شعبہ نشر واشاعت، ماہنامہ التبلیغ، مسجد غفران اور تعمیرِ پاکستان سکول کی بھی پورے سال کی کارگزاری حسبِ سابق مرتبہ شکل میں اراکین کو فراہم کی گئی، اور اجلاس میں ملاحظہ کی گئی، اور آراء پیش کیں (اجلاس قبل ظہر تا عصر انعقاد پذیر ہوا)

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ نمبر 60 ''میتھی اور اس کے بیجوں کے فوائد اور خواص''﴾

زیادتی اور مثانے کی کمزوری جیسے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے، بعض اوقات اس کی وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ پیشاب ایک مرتبہ کُھل کر نہیں آتا، جس کی وجہ سے بار بار تھوڑا تھوڑا پیشاب آتا رہتا ہے، ایک تجربہ سے مذکورہ عارضے میں میتھی دانہ کا پانی فائدہ مند ثابت ہوا ہے۔

ورم کش خصوصیات کا حامل: میتھی دانہ میں ورم کش خصوصیات پائی جاتی ہیں جو مؤثر طریقے سے جسمانی ورم میں کمی لاتی ہیں۔

www.idaraghufran.org